احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

فون نمبر: 35863260 35862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 99 | 15 ذوالقعدۃ تا 16 ذوالحجہ 1432 ہجری یکم اکتوبر تا 31 اکتوبر 2012ء | شمارہ نمبر 20-19

بہت شوق سے سن رہا تھا زمانہ تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے
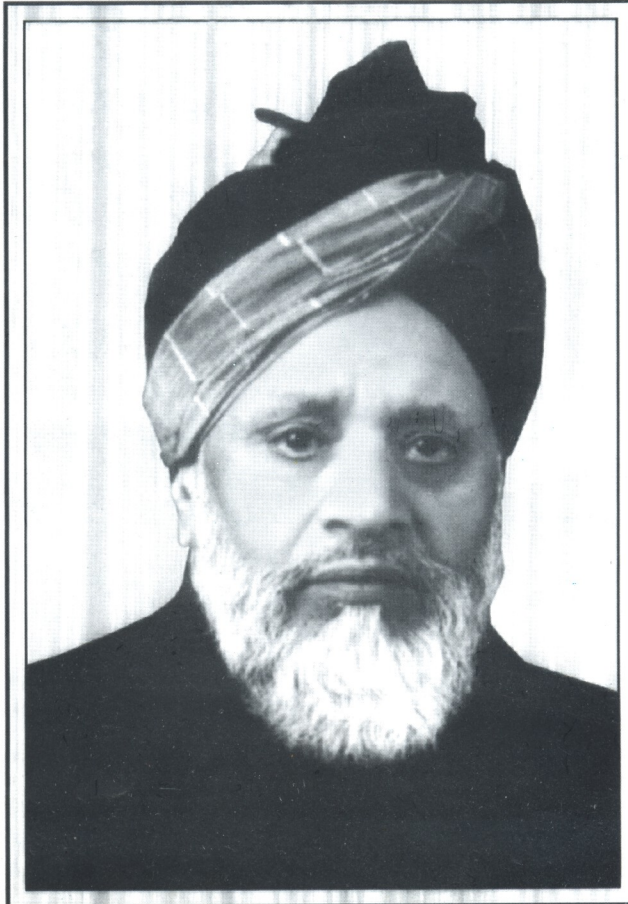
مردِ خدا مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

از: ملک بشیر اللہ خان راسخ

مقبول ہو گیا تھا جو امام علیہ السلام کی نگاہوں میں نور دینؓ کی گود میں صدق و صفا کی بانہوں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

بے وفا کبھی نہ تھا اور بے وفا نہیں ہوں میں راسخ تو یاد کرتا ہے پنج وقت دعاؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

کدورتوں کے شہر میں دشمنوں کی بھیڑ میں لوزہ نہ دیکھا ہاتھ میں لغزشیں نہ پاؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

ولائیتیں نبوتیں تشخیص ایسی کر گیا دشمنوں کا زور تھا منزلوں کی راہوں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

عاجزی و انکساری سلسلہ کی ریت تھی بے وفائی دیکھ لی دنیا کے خداؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

مخلصوں کی ہے کمی اور قدردان ملتے نہیں جس کو دیکھو کھو گیا اپنی ہی اناؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

آتش صحرائی میں مسموم گرم ہواؤں میں ٹھہرا کبھی نہ دھوپ میں، بیٹھا کبھی نہ چھاؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

نازک جن کے پاؤں ہیں راستہ وہ چھوڑ دیں تیز دھار خار ہیں سلسلہ کی راہوں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ 7 ستمبر 2012ء

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

ترجمہ: ”اور نفس اور اس کی تکمیل پھر الہام سے اسے اس کی بدکاری اور اس کے تقویٰ (کے رستے بتا دیئے) وہ کامیاب ہوا جس نے اسے پاک کیا۔ اور وہ نامراد رہا جس نے اسے دفن کیا۔ ثمود نے اپنی سرکشی سے (حق کو) جھٹلایا۔ جب ان کا ایک بڑا بدبخت اٹھا۔ تو اللہ تعالیٰ کے رسول نے انہیں کہا، اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پانی (سے اسے نہ روکو) مگر انہوں نے اسے جھٹلایا پھر اس (اونٹنی) کو مار ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان پر عذاب بھیجا پھر اسے برابر کردیا اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا“۔ (سورۃ الشمس آیات 15-7)

ہمارے لئے 7 ستمبر کی اہمیت

ان آیات کی تشریح کرنے سے پہلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ آج 7 ستمبر ہے جس کو دو پہلوؤں سے ہم دیکھ سکتے ہیں ایک ہمارے لئے بحیثیت پاکستانی فخر ہونے کا موجب بنتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آج کے دن پاکستان اپنے ملک کا دفاع کرنے میں کامیاب رہا۔ اور دوسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ آج کے دن ہم پر کفر کا فتویٰ لگا اور اس طرح ہمارے لئے یہ دن بحیثیت احمدی دل پر جو زخم لگے ان کے پھر سے ہرے ہو جانے کا دن ہے۔ اس دن کے اخبارات زخموں پر ہر سال نمک چھڑکتے ہیں اور کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے۔ پاکستان کے نامور روزنامہ نوائے وقت اخبار میں احمدیت کے حوالہ سے آج بھی 7 ستمبر کو ”یوم فتح عظیم 1974ء“ قرار دیا ہے اور ساتھ لکھا ہے کہ جماعت قادیانی کی طرف سے آج تک کلمہ کی تشریح سامنے نہ آئی۔ یہ بات بالکل ہی تاریخ کو مسخ کرنے والی ہے۔ ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ آج تک ان تمام مسلمانوں نے جنہوں نے مل کر اس جماعت کو کافر قرار دیا ان کی طرف سے اسلام تک کی Definition (تعریف) نہ آسکی اور ہم لوگ احمدیہ انجمن لاہور کے ممبر ہونے کی حیثیت سے کہہ کہہ کر تھک چکے کہ **ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں، ہم اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں جانتے اور ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور ختم الرسل مانتے ہیں اور انہی کے قول ”لا نبی بعدی“ پر مکمل یقین رکھتے ہیں بلکہ ہم تو یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ کسی کلمہ طیبہ پڑھنے والے اور اس پر یقین رکھنے والے پر کفر کا فتویٰ لگانا سخت ظلم ہے۔**

1974ء میں بقول ان کے لکھا ہوا ہے کہ جب قومی اسمبلی نے مرزائیت کو اقلیت قرار دیا۔ اس سے بڑا ظلم ہم کوئی اور تصور نہیں کر سکتے اور اسی وجہ سے اس ملک میں کوئی بھی کفر کے فتویٰ سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا۔

اسی طرح کچھ دن پہلے 3 ستمبر 2012ء کو ڈاکٹر عبدالقدیر خان جو ہمارے ملک کے مایہ ناز سائنسدان ہیں اور ہمارے ایٹم بم بنانے والے بھی ہیں انہوں نے پاکستان کے ایک نام نہاد عالم دین ڈاکٹر عامر لیاقت حسین صاحب کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ کہا کہ ”مجھے بھوپال پر فخر ہے نہ تو اس نے کبھی قادیانی نہ ہی کسی غدار کو جنم دیا“ تو یہ ڈاکٹر صاحب کی اتنے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود سوچ کی ترجمانی کرتی ہے اور ایسی شرمناک بات کہتے ہوئے وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ عبیداللہ علیم پاکستان کے نامور شاعر تھے جن کے خاندان کا تعلق بھوپال سے تھا اور وہ بھی احمدی تھے اور وہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ اگر آپ بھوپال کی تاریخ دیکھیں تو ان کی شہزادی شاہجہان جو شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور اُنہی کے نام پر شاہجہان مسجد تعمیر کی گئی اور اُنہی کے زیادہ تر خرچے سے وہ مسجد ووکنگ میں تعمیر کروائی گئی اور وہ خوب جانتی تھیں کہ جو اس مسجد کو چلانے کو جا رہے ہیں وہ احمدی ہیں۔ اور

1914ء سے لے کر کچھ سالوں تک اس مسجد کو احمدیوں ہی نے چلایا اور بیگم شاہجہان اور ان کے بعد آنے والے ان کے خاندان والے بھی مکمل علم رکھتے تھے کہ یہ مسجد لاہور احمدیہ انجمن چلا رہی ہے اور ان ہی کے مبلغ یہاں اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان سب کو معلوم تھا کہ اگر کسی کے پاس علم ہے جو ایسی جگہ پر تبلیغ کر سکے تو وہ احمدی ہیں اور خواجہ کمال الدین صاحب جیسی ہستیاں اس مسجد میں جا کر تبلیغ کرتی رہیں اور اسلام کا نام روشن کرتی رہیں اور صدہا لوگ ان کے ہاتھوں پر بیعت کرتے رہے اور اسلام میں داخل ہوتے رہے جن میں لارڈ ہیڈ لے شامل تھے۔ اور وہ سب کچھ بھول کر تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش اگر اتنی پڑھی لکھی شخصیت کرے تو وہ یقیناً بھول رہے ہیں کہ بھوپال میں احمدیت کا اتنا قحط نہیں تھا جسے وہ پیش کر رہے ہیں۔

نفس کی تکمیل

جو آیات میں نے ابھی سورۃ الشّمس کی پڑھیں۔ ان میں انسان کی نفس کی تکمیل کا ذکر آتا ہے۔ تکمیلِ نفس کیا ہے نفسِ مطمئنہ پا جانا اور خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہوں پر چلنا اور کامیابی حاصل کر لینا اور اس دنیا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ روحانی تعلق بنانا اس میں کامیابی پا جانے کا ذکر آتا ہے اور یہ تعلق خدا تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتا۔ اسی لئے الہام الٰہی کا ذکر آتا ہے **جو ہدایت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی رسول کریم صلعم نے انسانیت کی ہدایت کے لئے پہنچائی اور پھر چونکہ نبوت کا سلسلہ منقطع ہوا، مجددین، محدثین، اولیاء اللہ نے اس کام کو آگے پہنچایا جب ان کی ضرورت پڑی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اولیاء اللہ کو الہامات، کشوف اور سچی خوابوں کے ذریعہ ایک ہدایت دی** جس کے ذریعہ انہوں نے تقویٰ کے راستے پائے اور خدا کو انہوں نے اسی دنیا میں سنا اور دیکھا۔

دین میں کوئی جبر نہیں

''پھر یہ ہدایت نامہ پہنچانے کے بعد کوئی جبر نہیں کیا'' اور قرآن کی تعلیم **لا اکراہ فی الدین** کے مطابق لوگوں کو یہ ہدایت دینے کے بعد دونوں راستے بتا دیئے کہ جو **قد افلح من زکھا** کے راستے پر چلے وہ کامیاب ہوا اور جو **قد خاب من دسھا** کی راہ اختیار کرے وہ گمراہ ہو جائے۔ کہیں یہ ذکر نہیں آیا کہ جس نے اس راستے کو نہ اپنایا اس کو ہلاکت ملے گی اور اس پر ایک فتویٰ یا دوسرا فتویٰ لگایا جائے گا۔

ناقۃ اللہ کو نقصان پہنچانے سے قوموں کو نقصان

اور پھر اس سورۃ کے آخر میں ثمود کی جو اونٹنی ہے اس کے متعلق ذکر آتا ہے کہ باوجود خدا تعالیٰ کے نبی کے کہہ دینے کے کہ اس کو ہاتھ نہیں لگانا اس کو نقصان نہیں پہنچانا، ایک نامراد انسان نے اس کے ساتھ ظلم کیا۔ یہی کچھ احمدیوں کے ساتھ بھی ہوا بحیثیت ایک زمانے کے مجدد کی جماعت ہونے کے وہ مجدد جو تقویٰ کا نمونہ اُن میں قائم کرنا چاہتا تھا، اس کی جماعت ہونے کے باوجود کسی نے اپنے ہاتھ یہ کام لیا کہ میں اس ''ناقۃ اللہ'' کے پاؤں کاٹوں گا چاہے جو بھی نقصان ہو۔

اس سورۃ کی آخری آیت یہ ہے کہ ''اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا'' یہ وہ بدبخت انسان ہے جو ایسے کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کو غلط طور پر جب وہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** بھی کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے سب احکامات پر بھی چل رہا ہے اس کے باوجود اس انجام سے نہ ڈرتے ہوئے وہ ایک قدم اٹھا لیتا ہے جس کا نقصان اس کی قوم کو بھی ہوتا ہے اس کو خود بھی ہوتا ہے اور جن لوگوں پر وہ ظلم آئے ان کو بھی ہوتا ہے۔ تو یہ انجام بھولنے والے ہی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو کافر کہنے سے نہیں ڈرتے، جگہ جگہ مسجدوں میں بمب پھٹانے سے نہیں ڈرتے، بڑی بڑی تقریریں کر کے ''کہ ایک جان لینا تمام جانوں کو مار دینے کے برابر ہے'' لیکن جب عملاً ان کی زندگی دیکھیں تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو مسجدوں میں نمازی بچوں تک کو اپنی تخریب کاری کا نشانہ بنا دیتے ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی اپنی جماعت کو نصیحت

ان آزمائشوں میں جب ہم گالیوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں ہمیں اس نصیحت پر عمل کرنا چاہیے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب جو ہمارے اس سلسلہ کے بانی ہیں اور اس صدی کے مجدد، محدث اور مہدی

معہود ہیں انہوں نے کیا لکھا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے، ہمیں جو نصیحت وہ کرتے ہیں وہ اس جماعت کی زندگی کے لئے ہمیشہ کے لئے نصیحت کہلائے گی۔ اور یہ نصیحت جب 21 نومبر 1898ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے نام حضرت صاحب نے چیلنج اشتہار دیا تھا جس کی معیاد 15 جنوری 1900ء میں ختم ہوگئی اور وہ چیلنج قبول نہ کر پائے۔ اُس وقت جو نصیحت حضرت صاحب نے جماعت کے ممبران کو کی وہ ''راز حقیقت'' میں صفحہ 106 میں تفصیل سے لکھی ہوئی ہے۔ اور اس زمانہ میں انہی حالات میں ہماری جماعت کے لئے یہ نصیحت قابل عمل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

''میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر، یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہیے کہ وہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو اصلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اُس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسی کی رعائیت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان کمرۂ عدالت سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے۔ مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی اور ارتقاب جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرمادے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہو جاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہے۔ ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقویٰ کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ ان کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔

سنو! اے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ دیکھو ہمارے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کمزوری کی حالت میں مکہ میں ظاہر ہوئے تھے اور اُن دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا کچھ عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن جانی ہوگئے تھے تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راستبازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔ سو بھائیو! اس پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھ لوگے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو ان بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیت میں جان نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں جبکہ وہ دنیا میں ذلیل کئے جاتے اور ان کو برا کہا جاتا اور کذاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور دجال اور ٹھگ اور فریبی ان کا نام رکھا جاتا ہے اور ان کے تباہ کرنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپ کو تھامے رہتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کی غیرت چاہتی ہے کہ ان کی تائید میں کوئی نشان دکھادے تب یک دفعہ ان کا دل دُکھتا اور ان کا سینہ مجروح ہوتا ہے تب وہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر تضرعات کے ساتھ گرتے ہیں اور ان کی دردمندانہ دعاؤں کا آسمان پر ایک صعبناک شور پڑتا ہے۔ غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پر کوئی ظلم انتہاء تک پہنچ جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا''۔

ہمارے لئے غور طلب بات

یہ ان (حضرت مرزا صاحب) کی طرف سے نصیحت ہے لیکن جس پہلو کی طرف ہم نے توجہ کرنی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ گالیاں سن کر ہم دعا دینے والے ہیں

اورستم اٹھا کر تکلیفیں اٹھا کر بھی ہم صبر کر لیتے ہیں، دوسروں کے آراموں کی سوچتے ہیں، ہمارے ہاتھوں سے اور کسی کو تکلیف نہ ہو جائے خاص کر دوسرے مسلمانوں کو، یہ ہماری بیعت کا حصہ ہے۔لیکن جس چیز کی کمی شاید اس جماعت میں آ گئی ہے اس کی طرف خاص توجہ کرنی ہے ۔ بار بار مسیح موعود فرما رہے ہیں کہ **تقویٰ اختیار کرو، صدق اختیار کرو۔** شاید ہم میں امام زماں کی اس نصیحت پر عمل کرنے میں کمی ہو شاید ہم اتنی عبادات نہ کررہے ہوں جتنی اِس جماعت کو کرنی چاہئیں ۔ وہ زمانہ بھی تھا کہ لوگ احمدی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ یہ جس خشوع سے نماز پڑھ رہا ہے یہ ضرور احمدی ہوگا، اس کے سجدے، اس کے رکوع، اس کا قیام، یہ ایسے کر رہا ہے کہ صرف یہ نہیں جھکا بلکہ اس کا دل بھی رکوع اور سجدہ کر رہا ہے، اس کی روح بھی سجدہ کر رہی ہے اس کے جسم کا ہر عضو سجدے میں گرا ہوا ہے اور خدا کے حضور عاجزی سے دعا مانگ رہا ہے۔

ہمارے لئے یہ جائزہ لینے کا دن ہے کہ کیا یہ جماعت متقیوں کی ہے، یہ نمازیں قائم کرتی ہے، راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنی تکالیف اللہ کے آگے بیان کرتی ہے، اُس کی مدد مانگتی ہے جب اس پر ظلم کی انتہاء آتی ہے تو اس کی دعائیں بھی بڑھتی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی قبولیت بھی میسر آتی ہے۔ اس چیز کو ہم نے دیکھنا ہے کہ ہم کہاں کہاں پر کسی کمزوری میں ہیں اور کیا ہمیں باقی اور مسلمانوں کی طرح اسی شوق سے نمازیں ادا نہیں کرنی چاہئیں جس کا ہمیں نمونہ بننا تھا اور یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ فجر کے وقت خاص کر جوان مزے میں سوئے ہوتے ہیں ۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق توڑ چکے ہیں؟

لہذا آج کے دن اگر ہم اخباریں پڑھیں اور ہمارا دل ٹوٹے تو ہم کس عدالت میں جائیں گے۔ ہمارے پاس ایک ہی عدالت ہے اور وہ ہے خدا تعالیٰ کی عدالت اور اس عدالت میں پیش ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ صرف اور صرف نمازوں اور سجدوں میں دعائیں کرنی ہیں ۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ ہم پر فتویٰ اٹھ جائے لیکن اس کی طرف ہم کیا قدم اٹھا رہے ہیں ۔ کیا اس ملک میں کوئی ایسی عدالت ہے جو ہمیں انصاف دے گی؟ یہ ہم اپنی زندگیوں میں تصور نہیں کر سکتے کہ پاکستان میں ایسی حکومت آ جائے، ایسے جج آ جائیں گے جو اس فتویٰ کفر کو واپس لیں گے؟ **ہم جو ججوں کا جج ہے اُس کی کورٹ میں کیوں نہیں جاتے؟ اُس کو ہم کیوں نہیں کہتے کہ یہ ہم پر بہت بڑا ظلم اور ستم ہے باوجود اس کے کہ ہم کلمہ گو ہیں، ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، ہم سارے احکام اسلام کے بجالاتے ہیں یہ سب صرف اور صرف تو (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے۔**

دنیاوی سیاستدانوں، ججز، وکلاء کے پاس کوئی حل نہیں ہوتا اور اس غلطی کی وجہ سے پاکستان کو بہت نقصان ہو رہا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ملک کے کسی انسان کو نقصان پہنچے۔ یہ ہمارا بہت بڑا فرض ہے جس کو ہم نبھا بھی نہیں رہے، ہمیں احساس بھی نہیں ہو رہا ہے، اپنے آپ کو منظم کریں ۔ یہ سب چیزیں قابل غور اسی وجہ سے ہیں کہ ہماری وجہ سے نقصان ہوتا چلا جا رہا ہے، **ہمیں اپنے آپ کو تبدیل کرنا ہے، فتوے خود بخود پلٹ جائیں گے۔**

آج 7 ستمبر 2012ء کے دن اخباریں پڑھ کر جو دل دُکھا ہے اس کی آواز یہی ہے اس سے زیادہ اس ممبر پر کھڑے ہو کر میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہ غلط نہیں ہیں ہم پہلے غلط ہیں، سارے اپنی اپنی ڈیوٹیاں کریں اپنے اپنے بچوں کو بلائیں اور نمازیں پڑھائیں۔ جو دور ہیں وہ اپنے گھروں میں نماز قائم کرنے کا انتظام کریں۔ اس چیز کی اصلاح ہم سب کے لئے بہت ضروری ہے۔ ورنہ پاکستان کی عوام پر الزام لگانا چھوڑ دو، مولویوں پر الزام لگانا چھوڑ دو کہ احمدیوں پر ظلم کر رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ احمدی اپنے آپ پر خود ظلم کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے وہ راستہ چھوڑ دیا جوان کا امام بتا کر گیا تھا، وہ راستہ چھوڑ دیا جس پر ایک احمدی کا دشمن خدا کا دشمن بن جاتا تھا، ایک احمدی کا دوست خدا کا دوست بن جاتا ہے۔ اُن راستوں پر واپس توجہ کرنا ہمارا فرض ہے تاکہ ہم اگلی نسل کو وہ احمدیت دے سکیں جو اُن کا حق بنتا ہے۔

اسی دعا سے میں اپنا خطبہ ختم کرتا ہے کہ اللہ تمام دلوں میں اس بات کا اثر ڈالے اور ہمیں تقویٰ اختیار کرنے، متقی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

حمیرہ بشیر احمد صاحبہ

مترجم و مفسر اعظم "بیان القرآن"

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش دسمبر 1874ء موضع مراد ریاست کپورتھلہ میں ہوئی اور وفات 13 اکتوبر 1951ء عاشورہ محرم کے دن ہوئی۔ آپؒ کے والد کا نام حافظ فتح الدین تھا۔ ابتدائی تعلیم اندھیر ہائی سکول کپورتھلہ میں حاصل کی۔ پسندیدہ کھیل کرکٹ، فٹ بال تھے۔ آپؒ نے 1890ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1892ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔اے کا امتحان پاس کیا۔ 1894ء میں بی۔اے ریاضی، عربی اختیاری کے ساتھ پاس کیا۔ پنجاب یونیورسٹی آف انڈیا میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ کالج پروفیسر صاحب کی طرف سے اعزازی سٹیفکیٹ "محمد علی ہمارے کالج کا بہترین ریاضی دان" سے نوازا گیا۔

1896ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے انگلش کا امتحان پاس کیا۔ ایم۔اے پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج کی ملازمت بھی جاری رکھی اور ساتھ ہی ایل ایل بی کی کلاسوں میں داخل ہوگئے اور ایل ایل بی کے 3 امتحانوں میں آپ نے اوّل، دوئم، سوئم پوزیشن حاصل کی اور اسی طرح وکالت شاندار پوزیشنوں سے مکمل کی۔

1897ء تک آپؒ نے اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھایا۔ 1897ء تا 1899ء تک پروفیسر آف ریاضی ہوکر اورینٹیل کالج لاہور میں ریاضی پڑھاتے رہے۔ آپؒ نے صرف 19 برس کی عمر میں اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر ریاضی کی حیثیت سے ملازمت کرلی تھی۔ 3 سال اسلامیہ کالج لاہور میں ریاضی پڑھاتے رہے اور اسی دوران آپ نے M.A English شاندار نمبروں سے پاس کیا۔ یہ اس دور کی باتیں ہیں جب ہندو، سکھوں کے ساتھ ذہنی، جسمانی، دماغی، تعلیمی مقابلہ کا سخت ترین اور تاریخی دور مسلمانوں کے لئے تھا۔ اس مجاہد و مجدد دین اور مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی بیٹے کا روپ کس طرح نکھرتا جارہا ہے، کس طرح پروان چڑھتا جارہا ہے۔ یہ لائق فائق نوجوان آخر کس سمت، کس منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے وجود انسانی میں کونسے جوہر جواں ہورہے تھے جو دنیائے اسلام اور مخالفین اسلام کو ہر لحہ حیرت میں ڈالنے کے لئے روح میں، قلب میں، نیت میں، ایمان میں، زندگی اور تروتازگی پا رہے تھے۔ ہندوستان کی نامور علمی، ادبی، سرکاری اور پاکستان کی آزادی کے بعد بھی دنیا کی نامور شخصیات سے میل جول اور ملاقاتیں رہیں۔

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر قرآن

فرماتے ہیں: "قرآن کا ہر ایک لفظ ہر ایک مسلمان کے لئے نور اور حجت ہے۔ ترجمہ اور تفسیر میں "میں نے اپنے آپ کو کلام خدا، حدیث رسول صلعم، لغت عرب سے جہاں تک میری سمجھ تھی پابند کرنے کی کوشش کی ہے مگر پھر بھی وہ میری سمجھ ہے وہ کسی کے لئے حجت نہیں سوائے اس کے کہ خدا کے کلام اور رسول اللہ صلعم کی صحیح حدیث کے مطابق ہو۔ میری صرف یہ کوشش ہے کہ لوگ علم قرآن پڑھیں۔

"مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تفسیر میں سلف صالحین کی محنت سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ زندگی میں قرآن کریم کی محبت اور خدمت قرآن کا شوق مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمدؒ نے اور فہم قرآن میں استاذی المکرّم حضرت مولوی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس راہ پہ ڈالا۔ میں محض مٹی ہوں اگر اس میں کسی کو کچھ خوشبو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی روح پھونکی ہوئی ہوگی۔

پھر آگے فرماتے ہیں: ترجمہ کو عموماً الفاظ کی حد سے نکلنے نہیں دیا۔ لیکن محاورہ کو مدنظر رکھا ہے اور کہیں زائد الفاظ کا مجبوراً استعمال کرنا پڑا ہے تو انہیں خطوط واحدانی میں رکھا ہے۔ تفسیر ایک حصہ لغت کا ہے" جس میں امام راغب کی مفردات

''اور''تاج العروس'' اور''لسان العرب'' جیسی ضخیم اور مستند کتابوں کی طرف بکثرت رجوع کیا ہے اور جہاں کوئی کمی تھی اسے دوسری ''معتبر لغات'' سے پورا کردیا ہے۔

چونکہ عربی زبان میں بہت وسعت ہے اس لئے الفاظ کے وہ تمام معنی جو پچھلے''شارحین''اور''لغات'' لکھنے والوں نے دیئے ہیں وہ درج کردیئے ہیں اور جو معنی''خود'' لیے ہیں ان کی وجوہات دے دی ہیں تا کہ پڑھنے والے کے سب پہلو آجائیں۔تفسیر کے حصے میں جن اصولوں کو مدنظر رکھا ہے وہ یہ ہیں کہ قرآن کے ایک موقع کا حل دوسرے موقع سے کیا جائے اور یہ''اصول'' خود اسی پاک کتاب میں موجود ہیں جہاں معنی ہیں''اشتباہ'' ہو وہاں خود قرآن پاک میں دوسری جگہ وضاحت کو تلاش کیا ہے۔دوسری بات یہ مدنظر رکھی گئی ہے کہ''احادیث صحیحہ'' کو تفسیر میں اور باتوں پر مقدم کیا جائے۔اس غرض کے لئے''امام بخاری کی کتاب التفسیر''، ''تفسیر ابن جریر''، تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا ہے۔لیکن''روایات اور احادیث قصص کو بہت احتیاط سے قبول کیا ہے۔

اگر کوئی چیز قرآن کریم کی''صراحت کے خلاف یا اصول دینی'' کے خلاف نظر آتی ہے تو اس کو رد کردیا ہے پھر ایک بات جس پر بہت زور دیا ہے وہ''ترتیب قرآن'' ہے اور''تین قسم کی ترتیبوں'' کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے۔ اول۔آیت میں جہاں جہاں باہمی تعلق ضرورت تھی حواشی میں ظاہر کیا ہے۔دوئم۔ ہر سورۃ کے رکوعوں میں باہمی تعلق اور سوئم سورتوں میں باہمی تعلق۔ ہر رکوع کا خلاصہ اس رکوع کے نیچے دیا ہے اور ہر سورۃ کے شروع میں ان تمام خلاصوں کی ترتیب اور نظم کو ظاہر کیا ہے اور سورتوں کے باہمی تعلق کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی''تفاسیر کو مدنظر رکھا ہے'' جن کے حوالے بکثرت دیئے ہیں مثلاً''تفسیر بحرالمحیط، تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر بیضاوی، تفسیر غرائب القرآن، تفسیر فتح البیان، تفسیر کشاف۔

غرضیکہ سلف صالحین کی ان عظیم الشان تفاسیر کا نچوڑ لے لیا ہے اور دوسری طرف موجودہ زمانے کے مطابق اور اس علم کلام کے مطابق جو آپ نے ایک مدت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھ کر حاصل کیا اور ان اعتراضات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو دوسرے مذاہب اور خاص طور پر عیسائی اور مغربی اقوام کی طرف سے اسلام پر کیے جاتے ہیں۔حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان تفسیر قرآن تا قیامت مشعل ہدایت کا کام دے گی۔ بڑے بڑے مخالفین احمدیت مولوی بھی انہی کی تفسیر سے درس دیتے رہے ہیں اور آج بھی T.V پروگراموں میں آکر دیتے ہیں

مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا نوجوانوں کو پیغام

احمدی قوم کی روایات کو زندہ رکھیں۔احمدی جماعت دین کو دنیا میں پھیلانے اور قرآن کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔''اپنی اس روایت کو کمزور نہ ہونے دیں''۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر عزت کا اور کوئی کام اس دنیا میں نہیں۔ میں پھر اپنے دوستوں کو کہوں گا اور بار بار کہوں گا کہ قوم کی روایات کو زندہ رکھیں۔ایک دن آئے گا تم اپنے ایک ایک بزرگ کے جسم کو اپنے ہاتھوں سے مٹی میں دفن کرو گے۔اے میرے نوجوان دوستو میں تمہیں بڑی تاکید کے ساتھ کہتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے بزرگوں کے جسموں کے ساتھ اپنی روایات کو بھی دفن نہ کردینا۔ان کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا تا کہ لوگ یہ نہ کہیں قوم مرتی چلی جاتی ہے۔

پیغام صلح اخبار ہر ماہ شائع ہوتا ہے۔اس کا اجراء بابرکت ہاتھوں کا مرہون منت ہے اور کیوں نہ ہو وہ شخص جو آج تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہے اور ایک صدی سے اس امین اور فہم فراست والی روحانی شخصیت سے جو سلوک ہوا ہے اور ہورہا ہے یہ قابل فہم ہے۔ بزرگوں کی دستار کی پاسداری دل گردے والوں کا کام ہے۔ نام نہاد، راستہ چلنے والے اور فقرات اور محاورات کا ایک خاص مجموعہ دل و دماغ میں جمع کر کے محفلوں کی جان بننے والوں کا ہرگز کام نہیں ہے۔

مفسر اعظم اور یوں کہنا میرے نزدیک درست ہے کہ اس صدی کا بھی اور اس ہزار کا بھی اگر کوئی مفسر قرآن الہامی قوت کا بھی حامل تھا تو وہ مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عظیم الشان پسندیدہ انسان جو ایک نوجوان تھا''حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ'' جس کے قلم کی ہر بوند میں روحانیت کا ایک باب سربستہ راز ہوتا تھا اور جب اس مرد خدا کے قلم کی بوند صفحہ قرطاس پر بکھرتی تو سربستہ رازوں کے موتی اور جواہرات اوراق کی زینت بن جاتے اور ایک خداوند کریم اور اس کے افضل

البشر، نورالہدیٰ، خیرالوریٰ، سرورِ کائنات، فخر موجودات انبیاء کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین وخاتم المرسلین اور آسمانی کتاب کا وہ نور چمکا کہ ہر نابینا کو روشنی عقل کو جلا۔ دھریہ کو زندہ خدا مل جاتا ہے۔

اس مفسر اعظم کی قربانیوں کا صلہ کون ہے جو ادا کرے گا؟ ذہنی یا قلبی، تحریر یا تقریری یا دیگر کوئی دینی غیر معمولی خدمت کر کے، جواب ندارد، مرد خدا، مرد آہن، مسیح موعود علیہ السلام اور حکیم مولوی نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کی نورانی تعلیمات میں جوانی کو پروان چڑھانے والا اور طوفان بکراں سے، پہاڑوں سے، صحراؤں سے، فضاؤں سے، ہواؤں سے، خلاؤں سے، دشمنان اللہ اور رسول اللہ صلعم کے خلاف اور دین حق کے خلاف اٹھنے والی صداؤں سے یہ شخص اپنی جانی، مالی، قلمی، قوتوں کو تعرف میں لا کر ٹکرا کر ہر چیز کو پاش پاش کرتا گیا۔ بیان القرآن، النبوۃ فی الاسلام، حقیقت اختلاف، ردتکفیر اہل قبلہ، ناقابل شکست تحریرات ہمیشہ کے لئے چھوڑ گیا۔ آؤ کوئی دن منائیں، آؤ اس کو خراج عقیدت پیش کریں، آؤ اس کے لئے دعا کریں، آؤ اس کی عظمت کو سلام کریں، آؤ قرآن کے معارف ومعانی کو ہمیشہ خداوند کریم کی تائید اور نصرت حمایت وطاقت سے بیان کر دینے والے کا شکریہ سجدہ شکرانہ ادا کر کے کریں۔

ہماری شناخت، ہماری تمیز، ہماری پہنچان کو دنیائے اسلام میں اجاگر کرنے والا، مقام دلانے والا، مصنوعی بتوں کو در و بام سے نیچے گرا دینے والا، احمدیت کا دنیا میں بول بالا کر دینے والا، نفرتوں کی فضاء مٹا دینے والا، امام کو امام کی محبت کا صلہ ادا کر دینے والا، امام کی سوچ اور فکر کو پایہ تکمیل تک پہنچا دینے والا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ دنیاوی عشق و پہچان پر روحانی عشق میں مبتلا ہو کر حاوی ہو جانے والا، جوانی کی عمر اور ایک خوبصورت فارسی کا محاورہ:

''درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است''

امام علیہ السلام بھی، حکیم مولوی نورالدین رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ اسی محاورہ کے ''درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است'' کے اصل مصداق ہیں۔

حکیم مولوی نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کے بابرکت ہاتھوں میں 1908ء تا 1914ء سلسلہ کی باگ دوڑ اور کمان رہی۔ انہی چھ تا سات سالوں میں مخصوص افراد نے نفرتوں کے بیج بونا شروع کر دیئے تھے جس کا شاخسانہ تمام جماعت احمدیہ لاہور نے دیکھا ہوا ہے اور دیکھ رہے ہیں۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے کس بے بسی میں دشمنوں کے نرغہ اور حصار میں سے نکل کر مسیح موعود علیہ السلام کی عزت و ناموس اور الہامات، مکاشفات، معجزات، تحریرات اور دعوؤں کا تحفظ کیا۔ روندنے والے اب تک روندتے چلے جا رہے ہیں، دھبہ اور داغ لگانے والے مسلسل 1914ء سے داغ پر داغ لگاتے جا رہے ہیں۔ اس مردِ مجاہد کی بصیرت جس پر دنیا ایک طرف، دنیا کے مفسرین ایک طرف، ادیب ایک طرف، مصنفین ایک طرف، قارئین ایک طرف، احباب جماعت ایک طرف، اس صاف نظر مرد خدا کے بارے میں اگر امام قبل از وقت بذریعہ تحریری، زبانی، روحانی، الہامی تصدیق اس نوجوان اور پھر بزرگ مولانا محمد علی کی پاکیزگی، صداقت، استقامت کی کر دے تو پھر خداوند کریم کے نزدیک اس عظیم الشان ہستی کی قدر ومنزلت کیا ہوگی جس شخص نے تفسیر قرآن میں اپنا گھر بار مال وزر تک قربان کر دیئے ہوں جس کی بالغ نظری اور فراست اتنی ہو کہ حدیث کا علم اتنا کہ اور کسی کے پاس نہ ہو۔ قرآن کا علم اتنا کہ اور کسی کے پاس نہ ہو، دین حق کا علم اتنا کہ اور کسی کے پاس نہ ہو، فقہ اور اماموں سے متعلق علم اتنا کہ اور کسی کے پاس نہ ہو۔

علم ومعارف کا سمندر مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ اور تفسیر میں وہ رنگ جو کسی اور تفسیر میں نہ ہو اور تفسیر قرآن کرتے ہوئے قاری کے لئے ایسا کھلا میدان چھوڑ رکھا ہے کہ قاری خود فیصلہ کر سکے کہ کیا سورۃ اور آیت کا مطلب معانی، مفہوم اور اشارہ ہے اور زبان کا، اسلوب کا، ایسا طریق ایسا برموقع اور برمحل استعمال کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک لفظ پر عبارتوں کا ہجوم اکٹھا کر دینا اور اصل عبارتوں کے ہجوم سے اصل جوہر خاص نکال کر قاری کے سامنے رکھ دینے والا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کون شخص تھا۔ مولانا محمد علیؒ درحقیقت عاشق خدا اور رسول صلعم اور امام علیہ السلام اور دین اسلام تھے۔ کئی بار سلسلہ کو بچانے کے لئے سازشوں کا شکار رہے۔

قادیان اور مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے گاؤں مراء میں قریباً 20 میل کا فاصلہ تھا۔ آپ کو لوگ دور دور تک جانتے تھے کہ قادیان میں ایک بہت بڑے بزرگ ہیں جو مستجاب الدعوات اور زہد وعبادت اور علم میں بے نظیر انسان ہیں۔ تمام دنیا کے مسالک اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ اسی شش و پنج میں مبتلا ہیں کہ کس کو مجدد مانیں کیونکہ خدا کے برگزیدہ، نیک، متقی، پرہیزگار اپنے نیک

اعمال، کردار، شخصیت اور نور جو اس کے چہرہ پہ ہوتا ہے پہچانا جاتا ہے اور دیگر خداوند کریم مزید اپنی خاص روحانی طاقتوں، قوتوں، برکتوں سے ایسے شخص کو مالا مال کرتا ہے اور مولانا محمد علیؒ اور مولانا عزیز بخشؒ اور ان کے والد مکرم و محترم حافظ فتح الدینؒ نے ازالہ اوہام پڑھ کر، نورانی چہرہ دیکھ کر اور غیروں کے منہ سے تعریف سن کر اور خود مل کر مسیح موعود کو پہچانا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو بلند مرتبہ پہ کھڑا کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے قلوب پر اس شخص کی نیکی، زہد، اعلیٰ اخلاق، صداقت کا اثر دکھاتا ہے۔

عالم مفتی، مجتہد، علامہ یہ سب خطابات اسی اعلیٰ روحانی درجہ پر فائز ہستیوں کے لئے خواہ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ ہوں، کوئی معنی نہیں رکھتے۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے پوری ایسی قوت روحانی اور امام علیہ السلام کی تربیت اور پرورش اور مزید حکیم مولوی نور الدین رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمی راہنمائی اتنے بڑے نظام سے تن تنہا نکلے اور چند نہایت ہی برگزیدہ ہستیوں اور ساتھیوں نے ان کی معاونت کی اور ناممکن کو ممکن بنا کر دکھا دیا۔ مخالفین یہ خیال کرتے تھے کہ اس شخص کا کیا حشر ہوگا مگر ان کے منہ میں اور آنکھوں میں خاک پڑی اور حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے بفضل تعالیٰ صرف اڑھائی سال میں عظیم الشان جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام سے لاہور میں قائم کر کے دشمنوں کے چہروں پر خاک اڑا دی۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، مرزا یعقوب بیگ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب جیسے احمدی اور عاشق مسیح موعود علیہ السلام کی بھرپور معاونت حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کو حاصل تھی۔ اپریل 1917ء میں میکلوڈ روڈ پر ایک کوٹھی میں مسلم ہائی سکول قائم کیا گیا اور مولانا صدر الدین صاحب کو اس کا ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا گیا۔

1917ء میں انگریزی ترجمۃ القرآن چھپ چکا تھا۔ سینکڑوں عالم دین اور جید علماء اور اعلیٰ ادبی شخصیات اور مختلف بین الاقوامی اخبارات اور مبصرین اور مفسرین، مصنفین نے غرضیکہ جس جس نے حضرت امیر مولانا محمد علیؒ کی انگریزی تفسیر دیکھی تو غیر معمولی الفاظ پیش کئے بغیر نہ رہ سکا۔ ''سر محمد شفیع، مولانا محمد علی جوہر (مدیر اخبار کامریڈ ہندوستان)

الحاج حافظ غلام سرور صاحب مفسر قرآن ''انگریزی مترجم''

مولانا عبد الماجد دریا آبادی مفسر قرآن ''انگریزی مترجم'' اور دوسرے اخبارات میں تعریفی کلمات چھپے ہیں۔

نبوت ختم ہوئی اور ولایت اور محدثیت اور اولیاء اللہ اور مجددین اور خلفاء من جانب اللہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس سے ہر مسلمان واقف ہے۔ انہی برگزیدان خدا کے سلسلہ کے عظیم الشان مرد خدا قیامت تک کا نشان ہے۔ آمد مسیح موعود علیہ السلام مجدد صد چہاردہم اور مرد اول حکیم مولوی نور الدین رحمتہ اللہ علیہ اور پسر روحانی حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ، مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلانے والے تھے۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام مجدد صد چہاردہم کے حلفیہ بیانات

☆ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، خاتم المرسلین ہیں۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں۔

☆ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں۔

☆ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (کتاب آسمانی فیصلہ مصنف مسیح موعود ص ۴)

☆ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کا اعتقاد اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔

☆ ہم آسمان و زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر افتراء کرتا ہے۔ (اعلان حضرت مسیح موعود مندرجہ رسالہ دین الحق ص ٦٦)

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں اور وحی نبوت نہیں وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہ اتباع جناب اولیاء کو ملتی ہے۔اس کے ہم قائل ہیں۔

☆ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔(مجموعہ اشتہارات)

☆ بالآخر میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے۔اور ولکن رسول اللہ و خاتم النبین آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔میں اپنے اس ایمان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں اور جس قدر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے خلاف نہیں۔(بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مسیح موعود علیہ السلام ''غلام احمد'' حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا خادم، سچا غلام مرزا غلام احمد قادیانی تمام عمر، اللہ اور رسول اور کتاب آسمانی قرآن اور دین حق کے دشمنوں سے جنگ کرنے والا اور کافروں کو شکست دینے والا، قرآنی تعلیمات اور دین حق کو بذریعہ مولانا محمد علی دنیا کے کونوں کونوں، دیار دیار، شہر شہر تک پہنچانے والا دنیائے اسلام کا وہ نام جو اپنی مثال آپ ہے۔اور تفسیر قرآن کر کے وہ کارنامہ انجام دے دیا جس کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں۔

چونکہ میرا موضوع اور انتخاب اس عظیم الشان مفسر قرآن کے لئے ہے کہ جس کے انگریزی اردو ترجمہ و تفسیر کو مکمل تائید الٰہی حاصل تھی۔اور اس ترجمہ اور تفسیر سے متعلق مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے استاد محترم حضرت مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ توکل کے سردار نے اور جن کا فرمانا ہے کہ میں نے (حکیم مولوی نورالدین رحمتہ اللہ علیہ نے) قرآن بالمشافہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پڑھا ہے۔اپنی وفات سے 8,10 یوم پیشتر فرما دیا کہ ''خدا کی طرف سے بشارت آگئی ہے کہ یہ ترجمہ مقبول ہوا'' تو یہ سن کر حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ مترجم و مفسر قرآن اور سارے احباب جو اس وقت موجود (جماعت) سجدہ میں گر گئی۔یہ عظیم الشان تفسیر ایسی تفسیر ہے جس کے بہت سے احباب گواہ ہیں کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی اس تفسیر سے درس دیا جاتا ہے کیونکہ اس تفسیر کے بہت سے حصوں کے عربی تراجم بھی ہوئے ہیں۔

محمد علی کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں
چلتا رہا وہ دھوپ میں ٹھہرا کبھی نہ چھاؤں میں

مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ بیماری میں فرماتے ہیں:

''اس بیماری نے تو نہیں ان لوگوں نے میرا دل توڑ دیا ہے۔اس بیماری کی حالت میں اس فتنہ پرست اور شر پسندوں کے خلاف لگ گئے۔اگرچہ ہم سفر زبردستی روکتے رہے۔دوست بھی روکتے کیونکہ ڈاکٹرز نے سختی سے منع کیا ہوا تھا ''کہ حضرت اس قسم کی تکلیف دہ باتوں سے گریز کریں''

مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے جب اس رویا کو عملی جامہ پہنانے اور حقیقت کو روشن کرنے کے لئے تفسیر لکھی تو مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس تفسیر کی بہترین باتیں مسیح موعود علیہ السلام کے قلب سے میرے قلب میں آئی ہیں''

میں نے سیر ہو کر اس چشمہ سے پانی پیا ہے جو اس مصلح عظیم مہدی و مجدد صدی چہاردہم بانی سلسلہ احمدیہ نے بہایا ہے۔جس سے صاف ظاہر ہے علم بھی مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے مسیح موعود کا لیا ہے اور اگر علم بھی لیا ہے تو تحفہ سلطانی قلم بھی لیا ہے۔

اور جب خداوند کریم کی اور امام کی محبت اور نیک ظن اور فراست اور تفسیر سے متعلق رویا کا اصل روپ یہی ہے، اصل صداقت یہ ہی ہے کہ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے جو تفسیر لکھی ہے ''وہ خداوند کریم کے حکم سے لکھی ہے''

اور خداوند کریم کی اس مکمل تفسیر میں مکمل تائید و نصرت شامل ہے اور خدا کی ایسی برگزیدہ ہستی کو اور تفسیر کو جو نشانہ بنا دے گا وہ لعنتی ہے اور اس صاحب کشف و الہام و رویاء سے مالا مال ہستی مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ سے اختلاف کر کے جماعت کے اندر گروہ بنانا اور مصلحتوں کو پروان چڑھانا اس کے زہریلے اثرات نمایاں ہیں۔

مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رویا کہ آپ گھوڑے پر سوار کسی طرف جارہے ہیں۔ آگے تاریکی ہوگئی، میں واپس آ گیا میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی تھیں، گردوغبار کے سبب بہت تاریکی ہوگئی تھی۔ چند قدم چل کر روشنی ہوگئی۔ آگے دیکھا ایک بڑا چبوترہ ہے اس پر اتر پڑا وہاں چند ایک لڑکے ہیں جنہوں نے شور مچایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب آگئے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا مولوی عبدالکریم صاحب آرہے ہیں اور ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر مجھے تحفہ دی اور کہا بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اس سے کام چلاتا ہے۔ وہ چیز اس طرح سے ہے جس طرح خرگوش ہوتا ہے بادامی رنگ اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی سے آگے ایک قلم لگا ہوا ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے آسانی سے چلتا ہے، چلنے لگتا ہے۔

یہ قلم تو میں نے نہیں منگوایا مولوی صاحب عبدالکریم سیالکوٹیؓ نے کہا: مولوی محمد علیؓ نے منگوایا ہوگا۔ میں نے کہا میں مولوی صاحب کو دے دوں گا''

احباب جماعت اس الہام کی گہرائی میں جھانکیں، سمجھیں، خدا کے بھیجے ہوئے قلم سے نکلی ہوئی تحریرات پڑھیں۔

مزید احباب جماعت احمدیہ خواتین و حضرات و نوجوانان روح کی تازگی کے لئے مسیح موعود علیہ السلام نے خود مولانا محمد علی رحمتہ اللہ سے بیان فرمایا: ''کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاکسار (محمد علی رحمتہ اللہ علیہ) آگے پیچھے دونوں ایک گھوڑے پر سوار ہیں جو نہایت تیزی سے ایک شہر کے گلی کوچوں میں (کے) اندر سے دوڑ رہا ہے اور ہر کونے پر خطرہ ہوتا ہے کہ ٹکرا جائے لیکن صاف نکل جاتا ہے یہاں تک کہ ایک کھلے میدان میں ہم پہنچ گئے اور وہاں ایک شخص ہے جس نے خاکسار کی طرف (محمد علی رحمتہ اللہ علیہ) اشارہ کرکے کہا: ان کا نام ''مجدد دین'' ہے۔

☆☆☆☆

مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

مِلا تھا ہم کو قسمت سے یہ میرِ کارواں ایسا

ہوئی خاموش محفل میں جو تھی اک شمع نورانی
نمایاں جس کے دم سے تھا جہاں میں نُورِ ایمانی
محمدؐ اور علیؓ کے نام کا وہ متقی انسان
ہوئی جس کی بدولت علم و عرفاں کی فراوانی
مسیح وقت لے لُطف و کرم کا فیض تھا یہ بھی
کہ اس کے جذبہ ایثار میں تھا جوشِ ایمانی
چُنا تھا حق نے اس کو خدمتِ قرآن کی خاطر
قیامت تک گواہی دے گی یہ تحریکِ قرآنی
روانی فیض سلطانِ قلم سے وہ قلم میں بھی
کہ دنیا کرسکی پیدا نہ اس کا آج تک ثانی
جہادِ فی سبیل اللہ میں تھا منہمک ایسا
نہ تھا رنجِ گرانجانی نہ فکرِ تن آسانی
مِلا تھا ہم کو قسمت سے یہ میرِ کارواں ایسا
کہ جس کی رہنمائی سے ہوئی منزل کی آسانی
جماعت کو بفضلِ حق ہدایت تیری ازبر ہے
کرے گی علم قرآں کی قیامت تک نگہبانی
درخشاں جس کے دم سے تھی رہِ دیں میں خداترسی
حقیقت کورچشموں نے مگر اس کی نہ پہچانی
الٰہی پھول برسیں قبر پر روز قیامت تک
رہے سایہ فگن تاحشر اس پہ فضلِ ربانی

(برق اکبر آبادی)

چوہدری ناصر احمد شاہدرہ۔لاہور

بیاد امیر جماعت چہارم

حضرت ڈاکٹر اصغر حمید۔ایم اے پی ایچ ڈی رحمۃ اللہ علیہ

یہ شہادت گہہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

حضرت امیر ڈاکٹر اصغر حمید جن کو مرحوم کہتے ہوئے آج بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے کی چند ذاتی صفات پیش خدمت ہیں۔

اُن کی ذات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہمیشہ راضی برضا الٰہی رہتے تھے۔اُن کو زندگی میں نام و نمود کی خواہش تک نہ تھی۔وہ شہرت کے خواہاں نہ تھے۔وہ بہت کم گو اور گفتار میں انتہائی محتاط تھے۔اُن کی دیانت و امانت پر کوئی شخص اُنگلی نہ اٹھا سکا۔ہر کام میں وہ ایک حسابداں کی طرح سوچتے تھے کہ اُن سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو جائے۔انجینئرنگ یونیورسٹی کے شعبہ حساب کے سربراہ تھے۔لیکن وہ عام انسانوں کی سادہ سی زندگی بسر کرتے تھے۔جب وہ امیر جماعت احمدیہ لاہور بنے تب بھی وہ ویسی ہی زندگی بسر کرتے رہے۔اِن کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ بازار سے سودا سلف خود لاتے۔ اپنے کام خود کرتے ۔ امیر کارواں ہونے کے باوجود پُر انکسار تھے۔

آپ 1919ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔مسلم اینگلو اورینٹل سکول امرتسر سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔وہیں سے امتیاز کے ساتھ 1935ء میں انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔انہی دنوں میں آپ حضرت مولانا محمد علیؒ کے درسِ قرآن میں شامل ہونے لگے اور آہستہ آہستہ جماعت کے تمام لٹریچر کا مطالعہ کیا۔اس سے اُن کے دل کے اندر جماعت سے محبت اور اس کو ترقی دینے کی تڑپ پیدا ہوئی۔انہوں نے زندگی بھر انجمن سے کسی قسم کی مالی مدد، مشاہرہ، اعزازیہ قبول نہ کیا۔فی سبیل اللہ دینی خدمات سرانجام دیں۔

جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت امیر مرحوم کی اولاد کو اس سانحہ سے جو صدمہ پہنچا وہ بہت بڑا تھا۔اس کی تلافی ممکن نہیں۔آپ تیسرے امیر و صدر مرحوم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد 1996 میں جماعت کے امیر منتخب ہوئے۔آپ نے انتہائی نازک حالات میں جماعت کی باگ ڈور سنبھالی اور 6 سال تک خون جگر سے جماعت کی آبیاری کی۔

آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی عربی تصنیف ''کتاب البریہ'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔جو اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اُس کی انگریزی بہت اعلیٰ، ترجمہ انتہائی موزوں، جملے بہت سادہ اور اُردو متن کے سو فیصد ترجمان ہیں۔ایک ریاضی دان ہوتے ہوئے عربی سے انگریزی زبان میں ترجمہ کرنا بہت مشکل کام تھا۔جس کو انہوں نے بہت محنت اور محبت سے پورا کیا۔

کسی شخص کے کردار کو ناپنے کیلئے اُس کی زندگی کے اُس کے زمانے کے احوال اور کوائف ہوتے ہیں۔جب اُس نے کوئی بلند مقام حاصل نہ کیا ہو۔جب آپ ایک اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے انجینئرنگ یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے تو آپ کی شرافت، صاف گوئی، ہمدردی، خیر خواہی یونیورسٹی میں آپ کی شہرت کا باعث تھی۔آپ کی شخصیت کے یہی وہ روشن پہلو ہیں جن کی صدائے بازگشت یونیورسٹی میں آج بھی سنی جا سکتی ہے۔انہوں نے کبھی ذاتی مفاد اور آرام کی پرواہ نہ کی بلکہ اپنے ساتھیوں کی مدد کرنا اپنا فریضہ سمجھا اور شب و روز اسی میں مصروف رہے۔

آپ نے ایم۔اے ریاضی گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا اور امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوئے۔

آپ نے برطانیہ کی ایڈنبرگ یونیورسٹی سے 1947ء میں پی ایچ ڈی حساب کے مضمون میں کی۔آپ کی فکری اور ذہنی صلاحیتوں اور انتظامی قابلیتوں کے پیش نظر انجینئرنگ یونیورسٹی میں Dean کے عہدہ پر متعین ہوئے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی کو خدمت سلسلہ احمدیہ کے لئے مکمل طور پر وقف کر دیا۔ درس قرآن، خطبہ جمعہ اور پیغام صلح کے لئے لکھنا ان کا روزمرہ کا کام تھا۔ آپ نے مجدد دوران مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمتہ اللہ علیہ کی عربی تصنیف کتاب البریہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور مسیح موعودؑ کی تحریروں میں پائے جانے والے عربی الفاظ کی ایک گائیڈ لغت ترتیب دی۔ تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتب کو سمجھنے میں آسانی ہو

آپ کے دور میں جماعت کو متحد رکھنا ان کا عزم، مردم شناسی اور دور اندیشی تھی۔ جس نے جماعت کی رہنمائی کی اور اسے متحد رکھا ترقی دی۔ قرآن کریم، سنت نبوی ﷺ اور احادیث مبارکہ سے ہر لمحہ اور ہر آن رہنمائی حاصل کرنے کا نہ صرف مشورہ دیتے تھے بلکہ خود بھی ہر لمحہ انہی کی روشنی میں فیصلے کرتے اور زندگی گذارتے۔ اور یہی ان کی کامیاب رہنمائی کا راز تھا۔ قرآن پاک، حدیث کا مطالعہ کثرت سے کرتے تھے. جو بھی ان سے ملنے جاتا ان کی وسعت علم سے فیض یاب ہو کر آتا۔ آپ کو جماعت کی مضبوطی، ترقی کی اس قدر فکر تھی کہ یہی ایک موضوع وہ اکثر احباب کے سامنے رکھتے اور سلسلہ کی ترقی کے لئے دن رات کوشاں رہتے اور دوسری کو کوشاں رہنے کی تلقین کرتے۔

یونیورسٹی میں طلباء کے داخلہ کے سلسلہ میں آپ نے ہمیشہ یونیورسٹی کے میرٹ کو ملحوظ خاطر رکھا کبھی بھی کسی سفارش کو قبول نہ کیا یا کسی دباؤ کو قبول کر کے ناجائز مدد کی۔ 1996ء میں جب امیر جماعت سوم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو تمام جماعت کی نگاہ انتخاب آپ پر پڑی۔ آپ کے کندھوں پر جماعت کی امارت کا بوجھ ڈال دیا گیا۔ جسے آپ نے خدمت سلسلہ کی غرض سے قبول کر لیا۔ باوجود ضعیف العمری کے دن رات کام کر کے جماعت کو اپنے خونِ جگر سے سینچا۔ آپ کی محنت اور لگن کا یہ حال تھا کہ انجمن کے اجلاس میں پانچ پانچ گھنٹے مسلسل بیٹھنا پڑتا تو بیٹھے رہتے۔ حالانکہ بعض احباب کچھ دیر کیلئے باہر نکل جاتے۔ آپ کی قوت فیصلہ انتہائی مضبوط تھی آپ کا اصول تھا کہ انصاف کرو، سچی شہادت دو، خواہ وہ اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کی امتیازی صفت یہ تھی کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے تھے۔ یہ قدرت کا ہی فیصلہ تھا کہ وہ آپ سے جماعت کی سربراہی کا کام لینا چاہتی تھی۔ جبکہ آپ خود اتنے حساس تھے کہ انجمن کی مجلس معتمدین یا مجلسِ منتظمہ کے ممبر بننے سے گریزاں رہتے تھے۔ لیکن جب آپ نے جماعت کی امارت کو قبول کر لیا تو اس عہدہ کے فرائض کو محض رسومات کی ادائیگی تک محدود نہ رہنے دیا بلکہ جماعت کے معاشرتی مسائل کو حل کرنے میں اور افرادِ جماعت کی زندگی کو آسودہ کرنے والے اُمور میں شب و روز مشغول ہو گئے۔ احباب جماعت کے لئے سستے کوارٹروں کی تعمیر کا منصوبہ اُن کی سب سے بڑی خواہش تھی۔

ایک بزرگ کی وفات پر میں نے حضرت امیر مرحوم سے کہا کہ بزرگ تو اپنا کام کر کے اللہ تعالیٰ کو ملتے جا رہے ہیں اور اب ہم جیسے ناتجربہ کار اور کم علم لوگوں کو جماعت آگے لا رہی ہے تو وہ مسکرا اٹھے اور فوراً کہا کہ یہی تو میں چاہتا ہوں کہ نئے افراد آگے آئیں محنت کریں علم بڑھائیں اور جماعت کی خدمت کریں اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بہتر خدمت کا موقع دے۔

قانون قدرت ہے کہ جو یہاں آتا ہے وہ کسی روز چلا بھی جاتا ہے۔ یہ جہاں سرائے فانی ہے۔ یہاں کسی کو دوام نہیں، احمدیہ انجمن لاہور کے چوتھے امیر اور صدر ڈاکٹر اصغر حمید MA.Ph.D۔ 14 اکتوبر 2002 کو 3:00 بجے صبح اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ یہ خبر آناً فاناً اندرون ملک کی تمام جماعتوں اور بیرون ملک تمام شاخوں میں پہنچ گئی اور جماعت کے تمام احباب وخواتین میں غم واندوہ اضطراب اور بے چینی پیدا کی۔ ہر ایک کی زبان پر ایک ہی کلمہ تھا ''ہم جس کی طرف آئے ہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆☆

قسط اوّل

کشتی نوح

سوال و جواب کی صورت میں

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ

سوال نمبر (۱): کشتی نوح کس کی تصنیف ہے اور کب لکھی گئی؟

جواب: یہ کتاب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود، مہدی معہود اور مجدد صد چہاردہم کی ہے۔ یہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔

سوال نمبر (۲): یہ کتاب کیوں لکھی گئی؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ کو ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں ایک رؤیا میں پنجاب میں فرشتوں کو بہت بدشکل سیاہ چھوٹے قد کے خطرناک پودے لگاتے دیکھایا گیا اور پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والے ہیں۔ یہ طاعون کا مرض آئندہ سردیوں میں آئے گا اور بہت تباہی مچائے گا۔ اس پیشگوئی کے متعلق لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے ایک کتاب لکھی جس میں آپ نے خدائے واحد سے ڈرنے اور اپنی شوخیوں اور شرارتوں سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے خصوصاً اپنے ماننے والوں کو نصیحت کی کہ وہ پاک صاف زندگی پر کاربند ہو جائیں ورنہ طاعون کا عذاب طوفانِ نوح ثابت ہوگا اور صرف وہی لوگ بچائے جائیں گے جو حکم الٰہی کی پیروی کرتے ہوئے تقویٰ شعار بنیں گے اور اس کشتی کے سوار ہوں گے جو خدائی حکم سے بنائی گئی اور جس کے بچائے جانے کا وعدہ خود خدا نے اپنے مسیح و مجدد سے کیا۔

سوال نمبر (۳): اس کتاب کے ٹائیٹل پیج پر دو اور نام بھی لکھے ہیں وہ کیا ہیں؟

جواب: کشتی نوح کا دوسرا نام دعوت الایمان اور تیسرا التقویت الایمان ہے۔

سوال نمبر (۴): ٹائیٹل پیج پر تین قرآنی آیات درج ہیں ان کا ترجمہ بتائیں؟

جواب: (۱): ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر (سورۃ ھود ۱۲: آیت ۱۳۸)

(۲): اگر تم ایمان لاؤ اور شکر گذار بنو تو خدا کو تمہیں عذاب دینے کی کیا ضرورت ہے۔ (سورۃ نساء ۵: آیت ۱۴۸)

(۳): اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اللہ کے نام پر ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا۔ آج خدا کے سوا اس کی تقدیر سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ وہی رحم کرنے تو کرے۔ (سورۃ ھود ۱۲: آیت ۱۴۲)

سوال نمبر (۵): ٹائیٹل پیج پر دو فارسی کے اشعار ہیں وہ کیا ہیں ترجمہ کے ساتھ بتائیں؟

جواب: جہاں را دل ازیں طاعون دو نیم است
نہ ایں طاعون کہ طوفان عظیم است

ترجمہ: اس طاعون سے دل غمگین ہے
یہ طاعون ایک طوفان عظیم ہے

بیا بشتاب سوئے کشتی ما
کہ ایں کشتی از ان رب عظیم است

ترجمہ: جلدی سے ہماری کشتی کی طرف آ
کہ یہ کشتی رب عظیم کی طرف سے ہے

سوال نمبر (۶): ٹائیٹل پیج پر اُردو میں ایک عبارت ہے وہ کیا ہے؟

جواب: ''رسالہ آسمانی ٹیکہ جو طاعون کے بارہ میں اپنی جماعت کے لئے تیار کیا گیا''۔

سوال نمبر (۷): کشتی نوح کس پریس میں چھپی اور کہاں؟

جواب: یہ کتاب پریس ضیاء الاسلام میں چھپی جو قادیان ضلع گورداسپور میں ہے۔

سوال نمبر(۸): صفحہ نمبر 1 پر موضوع ہے ''طاعون کا ٹیکہ'' اس کے نیچے قرآن پاک کی ایک آیت لکھی ہے اس کا ترجمہ بتائیں؟

جواب: ترجمہ: ''ہمیں کوئی مصیبت ہرگز نہیں پہنچ سکتی بجز اس مصیبت کے جو خدا نے ہمارے لئے لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے اور مومنوں کو چاہیے کہ بس اسی پر بھروسہ کریں''۔

سوال نمبر(۹): صفحہ نمبر(۱) پر حضرت صاحب نے حکومتِ برطانیہ کی طاعون کے بارہ میں انسانی خدمت کو سراہتے ہوئے کیا کہا؟

جواب: آپ نے فرمایا کہ جس سچی خیر خواہی سے لکھو کھا روپیہ گورنمنٹ خرچ کرتی ہے اور کر چکی ہے اس کی یہ داد دی جائے کہ گورنمنٹ کو اس سر دردی اور صرفِ زر سے اپنا کوئی خاص مطلب نہیں۔ اس وقت تک جو تدبیر اس عالم اسباب میں اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ آئی وہ بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ یہ تدبیر ہے کہ ٹیکہ کروایا جائے۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ تدبیر مفید پائی گئی ہے اور بپابندی رعایت اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کاربند ہو کر وہ تمام غم جو گورنمنٹ کو ان کی جانوں کے لئے ہے اس سے اس کو سبکدوش کرے۔

سوال نمبر(۱۰): آپؑ نے اپنے اور اپنی جماعت کے لئے خصوصاً ٹیکہ نہ لگوانے کی کیا وجہ بتائی؟

جواب: آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکہ کرواتے۔ اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے۔ تو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چاردیواری کے اندر ہوگا اور وہ کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا۔ تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھاوے لیکن وہ جو کامل پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے۔ اس کے لئے دل گیر ہو، یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چاردیواری میں رہتے ہیں ٹیکہ کی کچھ ضرورت نہیں۔

سوال نمبر(۱۱): طاعون کے متعلق حضرت صاحب اپنی وحی کا ذکر کرتے ہیں وہ وحی کیا ہے؟

جواب: آپ نے فرمایا کہ ''خدا نے مجھ پر وحی کی ہے کہ میں ہر ایک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں جو اس گھر کی چاردیواری میں ہوگا بشرطیکہ وہ تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ خدا کے احکام اور اس کے مامور کے سامنے کسی طور پر متکبر، سرکش اور غافل اور خود پسند نہ ہو۔ اور عملی حالت میں موافق تعلیم رکھتا ہو''

سوال نمبر(۱۲): آپ نے فرمایا ''اس جماعت کے لوگ مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ کیوں؟

جواب: لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً و مقابلتہً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو بچایا ہے۔ وہ سوال کریں گے کہ کیا ایسا خدا موجود ہے جو بغیر رعایت اسباب کے بھی رحمت نازل کرسکتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ ہاں بلاشبہ ایسا قادر خدا موجود ہے اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اس سے تعلق رکھنے والے زندہ ہی مر جاتے۔ اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو اس کو جانتے ہیں اور اس کی عجائب قدرتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

سوال نمبر(۱۳): مذہب کے اختلاف کی وجہ سے دنیا میں عذاب کسی پر نازل نہیں ہوتا۔ اس کا مواخذہ قیامت کو ہوگا۔ اس کے متعلق حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں؟

جواب: آپ فرماتے ہیں: ''دنیا میں محض شرارتوں، شوخیوں اور کثرت گناہ کی وجہ سے عذاب آتا ہے۔ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے نہیں۔

سوال نمبر(۱۴): کشتی نوح کے صفحہ نمبر ۸ پر آپ فرماتے ہیں کہ: ''خدا کا چشمہ پھوٹ پڑا، اسکے آسمانی علوم کا ایک دریا چل رہا ہے، لوگ بالکل غافل ہیں بلکہ خدا کے سلسلہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اس تحریر سے آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: آپ نے انجمن حمایت اسلام، ندوۃ العلماء اور دیگر مذہبی جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''یہ تحریکیں اسلامی حمایت کے دعوے تو کرتی ہیں مگر جب خدا کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے ایک مامور آیا تو اس کے منکر

ہوگئے۔ اب وہ اس خدا کو کیا جواب دیں گے جس نے عین وقت پر مجھے بھیجا۔ مگر ان کو کچھ پروا نہیں۔ آفتاب دوپہر کے نزدیک آ گیا ابھی ان کے نزدیک رات ہے۔ خدا کا چشمہ پھوٹ پڑا مگر ابھی وہ بیابان میں رو رہے ہیں۔ اس کے آسمانی علوم کا ایک دریا چل رہا ہے لیکن ان کو کچھ خبر نہیں مگر وہ اپنی روگردانی سے خدا کے سچے ارادہ کو روک نہیں سکتے۔ خدا نے اپنے بندہ کی تصدیق کے لئے آسمان پر خسوف وکسوف کیا۔ میرے لئے گواہ بنا کر دو نشان ظاہر فرمائے۔ ایسا ہی اس نے زمین پر بھی دو نشان ظاہر فرمائے۔ ایک نشان ارض حجاز میں ریل کا چلنا اور دوسرا نشان طاعون کا۔ سو خدا نے ملک میں ریل بھی جاری کر دی اور طاعون بھی بھیج دی تا زمین بھی گواہ ہو اور آسمان بھی۔ سو خدا سے مت لڑو۔ اگر اپنی قوم کی بھلائی آپ کے دل میں ہے تو خدا سے طاعون کی نجات کے لئے دعا کرو۔

سوال نمبر(۱۵): برٹش انڈیا کے مختلف فرقے جو اپنے اپنے مذہب کی سچائی پر بھروسہ رکھتے ہیں انہیں ان مصیبت کے دنوں میں اپنے اپنے گروہ کو چھڑانے اور طاعون سے نجات دلانے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: آپ فرماتے ہیں: انہیں اپنے اس خدا سے جس پر وہ ایمان رکھتے ہیں یا اپنے کسی اور معبود سے جس کو انہوں نے بجائے خدا سمجھ لیا ہے ان مصیبت زدوں کی شفاعت کریں اور اس سے کوئی پختہ وعدہ لے کر اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر دیں جیسا کہ ہم نے یہ اشتہار شائع کر دیا ہے۔ اس میں تو سراسر مخلوق کی بھلائی اور اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت ہے اور گورنمنٹ کی مدد بھی۔ گورنمنٹ تو یہی چاہتی ہے کہ اس کی رعایا طاعون سے بچ جائے گو کسی طرح بچ جائے''۔

سوال نمبر(۱۶): وہ تعلیم کیا ہے جس کی پوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے؟

جواب: حضرت صاحب فرماتے ہیں: ''جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ میرے اس گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا کے کلام میں وعدہ ہے ''یعنی ہر ایک جو تیری چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا'' یعنی جو لوگ میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر، قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ اپنے نفس پر، اپنے آراموں پر اور اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو۔ اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا۔ جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں سے ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے۔ اور اس کی قضا وقدر پر ناراض نہ ہو۔ اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو۔ اور اس کے بندوں پر رحم کرو۔ اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو۔ اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب، حلیم، نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے۔ جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر۔ عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھویں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخکنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری سے اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے۔ اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ۔ صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی۔ اگر تمہارے پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں کہ قبول کے لائق ہو۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں، تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو۔ تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔

صرف خدا کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔

سوال نمبر (۱۷): حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح کے صفحہ نمبر ۱۸ پر اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ''اے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو اگر تم میری درج ذیل شرائط کے پابند نہیں تو تم میری جماعت میں سے نہیں۔ آپ کی وہ شرائط کیا ہیں؟

جواب: آپ فرماتے ہیں: ''یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اس کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے۔ اس سے بچو۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:

(۱): جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی متشنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۲): جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۳): جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۴): جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۵): جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے، قمار بازی سے، بدنظری سے، خیانت سے، رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۶): جو شخص پنج گانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۷): جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکساری سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۸): جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۹): جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروف ہیں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپروا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۱۰): جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۱۱): جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۱۲): جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۱۳): ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آوے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۱۴): جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۱۵): جو شخص فی الواقع مجھے مسیح موعود اور مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۱۶): جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۱۷): جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

(۱۸): ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغگو، جعلساز اور ان کا ہم نشین اور بھائیوں پر اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر بچ نہیں سکتے۔ تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔

محبت کا ایک سمندر جو کبھی خشک نہیں ہوتا

از: حامد رحمٰن

''ماں'' ایک خوبصورت احساس اور پیار کا نام ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ ساری کائنات کا پیار اللہ نے اس نام میں رکھ دیا ہے۔ یہ ہی دنیا کا سب سے پیارا اور افضل رشتہ ہے۔ ماں بذات خود ایک مجسم دعا ہے جس کا دامن رب کریم کے حضور پھیلا رہتا ہے اور ماں کا یہی دامن اولاد پر رحمت کا سایہ بنتا ہے اور مصائب سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ ماں کی شفقت و محبت کا اندازہ کیسے کوئی لگائے؟ جب بھی میں نے اپنی ماں کے لئے کچھ لکھنے کا سوچا تو ذہن میں خیالات کا سمندر اُمڈ پڑا اور مجھے ایسے لگا جیسے الفاظ میرا ساتھ نہیں دیں گے، محاورے میرے احساسات کی ترجمانی نہیں کرسکیں گے کہ قلم چل پڑے۔ میں لکھتے لکھتے صبح سے شام کر دوں تو بھی ماں کی محبت اور خلوص، اس کے سچے جذبوں کا خاکہ بھی برسرِ ورق اتار نہ سکوں۔ کوئی پیمانہ ہی نہیں، وہ الفاظ ہی نہیں جن سے ماں کی محبت کو ناپا جا سکے۔ سچ یہ ہے کہ ماں سے زیادہ محبت کرنے والی ہستی اللہ نے پیدا ہی نہیں کی۔

میری امی کا نام عابدہ بیگم تھا۔ میرے لئے وہ دنیا کی سب ماؤں سے زیادہ پیاری اور خوبصورت تھیں۔

وہ دیبگراں گاؤں کے ایک احمدی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ چھ بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھیں۔ ہوش سنبھالتے ہی گھر کے سارے کام انہی کے ذمے لگ گئے۔ پردے کی اتنی پابند کہ دن کی روشنی میں پانی بھرنے نہ جاتیں رات کو اپنی سہیلوں یا گھر کی کسی بزرگ خاتون کے ساتھ جاتیں۔ اپنے خاندان میں شروع ہی سے بہت سگھڑ مشہور تھیں۔ میری نانی جن کا شمار سماجی بھلائی کے کاموں میں مصروف خواتین میں ہوتا ہے۔ وہ رشتہ داروں اور خاندان کے کام پہلے اور گھر کے کام بعد میں کرنے کا عقیدہ رکھتی ہیں۔ ایک دن کسی شادی میں، دوسرے دن کسی کے جنازہ میں شمولیت۔ کبھی کسی بچے کی پیدائش کی مبارکباد تو کبھی بیمار کی بیمار پرسی کرنے میں مصروف ہوتیں۔ گاؤں کی زندگی ویسے ہی بہت مشکل ہوتی ہے امی کے بچپن میں تو بجلی، پانی، گیس، سڑکیں جیسی کوئی بنیادی سہولت نہ تھی۔ لالٹین کی روشنی میں رات رات بھر جاگ کر کروشیے اور کڑھائی کا کام شوق سے کرتیں۔ ان کے اسی سگھڑ پن اور کم گوئی کی وجہ سے چھوٹی عمر میں ہی ان کے رشتے آنا شروع ہو گئے اور ایک احمدی گھرانے میں شادی ہوگئی۔

1972-74ء پاکستان میں احمدیوں کے لئے جینا مشکل ہوگیا اور نفرتیں حد سے بڑھ گئی ننھیال والوں نے عزت، جان اور مال کی امان کے لئے احمدی کہلانا چھوڑ دیا۔ میری امی پر احمدیت ترک کرنے کے لئے بہت دباؤ ڈالا، لاتعداد مسائل پیدا ہوگئے۔ نہ شوہر کو چھوڑ سکتی تھیں نہ والدین کو بالآخر میرے ننھیال والوں نے امی کو چھوڑ دیا۔ میرے ابو امی کو لاہور لے کر آگئے اور یہاں دارالسلام میں امی اپنی سادگی، کم گوئی اور سگھڑ پن کی وجہ سے وہ بہت جلد مقبول ہوگئیں اور زندگی پُرسکون ہوگئی۔

امی کا بچپن عام لڑکیوں کی طرح گڑیوں کے ساتھ کھیلنے میں نہ گذرا بلکہ انہیں زیادہ تر گھر کے کاموں کا شوق تھا۔ ان کی ایک سہیلی کی زبانی معلوم ہوا کہ ہم سب کھیلتے تھے اور عابدہ کو ہر وقت اپنے کاموں کی فکر ہوتی تھی۔ اسی طرح بچپن کا دور گذر گیا یہاں تک کہ ان کی شادی ہوگئی۔ ہم سب بہن بھائیوں نے آج تک امی کے منہ سے کسی کی برائی نہ سنی۔ وہ ہمیشہ یہی کہتی تھیں کہ کسی کو بُرا نہ کہو، انتہائی سادہ لباس پہنتی تھیں۔ بیٹیوں کی شادیاں بہت اچھے طریقے سے کیں اور نواسے، نواسیاں اکثر ان کے پاس ہی خوش رہتے تھے۔

میں اپنی ماں کا بہت لاڈلا تھا۔ میری ماں میرے لئے بہت دعائیں کرتی تھی، میری اکثر خواہشیں پوری کرتی یا کرواتی۔ جب کبھی بھی میرے والد صاحب مجھ سے اختلاف کرتے تو میری ماں بیچ میں میرا وکیل بن کر کھڑی ہو جاتی اور اکثر ان کے اختلاف کو اتفاق میں بدل دیتیں۔

جس جگہ میں ملازمت کرتا تھا وہاں سے اکثر واپسی پر مجھے دیر ہو جایا کرتی، جب گھر میں داخل ہوتا تو اپنی ماں کو اپنا منتظر پاتا۔ اس انتظار کا مقصد مجھ سے ملنا، مجھے بخیر و عافیت دیکھنا ہوتا تھا اور یہ بھی کہ میں کھانا کھائے بغیر سو نہ جاؤں۔ مجھے گرم گرم کھانا بنا کر دیتیں۔ میں اکثر گھر سے کچھ دور فاصلے پر ہی اپنی موٹر سائیکل کی سپیڈ آہستہ کر لیتا تا کہ اگر میری امی کی آنکھ میرا انتظار کرتے کرتے لگ گئی ہو تو میں ان کو جگا نہ دوں اور چپ چاپ جا کر سو جاؤں۔ لیکن میرے پہنچنے سے پہلے ان کو نیند کب آتی تھی۔ جب کبھی کہتیں کہ یہ لا دو، وہ لا دو اور میں لا کر دیتا تو خوش ہو کر دعائیں دیتیں کہ حساب نہیں ہو سکتا۔

ان کی بیماری کے دوران کسی کے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ کچھ دنوں بعد وہ ہم سے جدا ہو کر اپنے مالک حقیقی کے پاس جانے والی ہیں۔

ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتیں اور یہی درس اپنی بچوں کو بھی دیا۔ خدا نے ان کو چھ بچے دیئے، ان کو پالا پوسا، پڑھانا لکھانا بہت لمبا مشکل اور صبر آزما کام تھا جو صرف ان کی ہی ہمت سے ہوا۔ ان کے بچے سب سے صاف ستھرے بچوں میں شمار ہوتے تھے۔ عمر ڈھلتے ہی کمزور اور بیمار رہنے لگ گئیں۔ دوائی کھاتیں تو ٹھیک اگر چھوڑ دیتیں تو بیمار۔ خاموش طبع تھیں لیکن جب بھی بولتیں بہت سوچ سمجھ کر بولتیں۔ کسی کی برائی نہ کرتیں اور نہ ہمیں کرنے دیتیں۔

ہم سب کی واحد تفریح ایک ٹی وی ہی تھا۔ کسی کی وفات کی اطلاع آجاتی تو ٹی وی بند ہو جاتا کہ فلاں فوت ہو گیا ہے، فلاں میرے گاؤں کا ہے حتیٰ کہ مخالفین کے دُکھ میں بھی وہ دُکھی ہوتیں۔ ایک نہ ایک دن ہم سب نے بھی مرنا ہے۔ عزیز و اقربا کیا کہیں گے کہ انہیں کوئی افسوس نہیں ہے۔ ہم ہفتہ دس دن بعد ضد کرتے تو بڑے رونے دھونے کے بعد اجازت ملتی۔ آج جب ہماری ماں ہم میں نہیں تو سمجھ آیا کہ کسی عزیز یا رشتہ دار کے جانے کا دُکھ کیا ہوتا ہے۔

ہم بچوں کی طبیعت میں کچھ جذباتی پن تھا۔ ہمیں غصہ جلدی آجاتا اگر کچھ کہتے تو فوراً منع کرتیں کہ کسی کو برا بھلا نہیں کہنا، کسی کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔ اکثر بہنیں امی سے کہتی کہ امی لڑکیاں اپنے میکے آتی ہیں اپنے دل کی ڈھیروں باتیں کرنے، کچھ سناتی ہیں، کچھ دوسروں کی سنتی ہیں مگر آپ تو ہم سب کے اکٹھے ہونے پر کرفیو لگا دیتی ہیں کہ کوئی بات نہیں کرنی۔

ہم بہن بھائی پڑھائی کے ساتھ ساتھ جب بھی غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تو بہت خوش ہوتیں۔ جب بیٹیاں سمجھدار ہوئیں تو گھر سنبھال لیا اور امی کو کام نہ کرنے دیتیں لیکن وہ اپنے آپ کو چھوٹے موٹے کاموں میں مصروف رکھتیں۔ اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ امی کی بیماری کی وجہ سے کئی اہم کام ہم بہن بھائیوں کو کرنے کا موقع ملتا اور جب ان میں سے کوئی ہمت ہار جاتا تو حوصلہ اور سہارا دیتیں اور ایسی باتیں کرتیں کہ لمحوں میں ساری تھکاوٹ ختم ہو جاتی۔ غرض ان کی محبت اور پیار کی کوئی حد نہ تھی۔

سب بچوں سے ہی بہت پیار کرتی تھیں لیکن بڑی بیٹی اور بیٹے سے زیادہ لگاؤ تھا۔ بڑی بیٹی کی شادی کے بعد بہت بے تابی سے اس کا انتظار کرتی تھیں۔ ہم مذاق میں بھی اسے کچھ کہہ دیتے تو ناراض ہو جاتیں۔

وفات سے ایک دو ہفتے پہلے بڑی سے چھوٹی بیٹی کو کہتیں کہ مجھے اپنا گھر دکھا کر لاؤ جو اس وقت نیا نیا ملا تھا اور پینٹ وغیرہ ہو رہا تھا، دیکھ کر آئیں تو بہت خوش ہوئیں کہ بہت پیارا گھر ہے۔

اکتوبر 2011ء میں انہیں بخار ہوا جس کا علاج ہوتا رہا۔ جب ٹیسٹ کروایا تو وہ ڈینگی بخار نکلا۔ پہلے ہم عزیز و اقارب اور ایک بہن جو مغل پورہ، لاہور میں رہتی ہے کو بتانا نہیں چاہ رہے تھے لیکن ساتھ ہی دل میں خوف تھا

کہ اگر کچھ ہو گیا تو ساری عمر ہم سے یہ گلہ رہے گا۔ بہر حال بہن کو اطلاع دے دی گئی اور 21 اکتوبر بروز جمعہ وہ امی سے ملنے کے لئے آ گئی، دونوں مل کر بہت خوش ہوئیں۔ پھر وہ امی کے پاس ہی رُک گئی۔ ان دنوں ڈینگی کا بہت زور تھا اور ہسپتال مریضوں سے بھرے پڑے تھے۔ ڈاکٹر سب کو یہی مشورہ دیتے کہ مریض کو ڈرپ اور دوائی گھر پر ہی دیں کیونکہ ہسپتال سے زیادہ گھر پر زیادہ بہتر اس مرض کا علاج ہو سکتا ہے چنانچہ کچھ دنوں تک امی کو گھر میں ہی ڈرپ لگواتے رہے اور دوائیاں دیتے رہے۔ مورخہ 22 اکتوبر بروز ہفتہ امی کی طبیعت کافی خراب ہو گئی، سانس کافی پھول رہا تھا، بار بار کہتی تھیں مجھے سانس نہیں آ رہا باقی سب ٹھیک ہے۔ دوپہر کے وقت کچھ بہتر ہوئیں تو انہیں نہلایا گیا، کپڑے بدلوائے گئے اور ہسپتال جانے کے لئے تیار کیا گیا۔ شاید ان کا آخری وقت قریب تھا جس کا ہم سب کو اندازہ نہیں تھا۔ دن کے تقریباً 3:00 بجے ہسپتال چیک اپ کروانے کے لئے گھر سے نکلے۔ جب ہم ہسپتال میں داخل ہوئے کوئی ویل چیئر نہیں مل رہی تھی جس پر بیٹھا کر امی کو ڈاکٹر کے کمرے تک لے جائیں۔ ہم نے امی کو ایک جگہ بیٹھایا تاکہ ڈاکٹر کے کمرے کا معلوم کر کے امی کو وہاں لے جائیں۔ ان کا سانس پہلے سے ہی مسئلہ کر رہا تھا جلد ہی ڈاکٹر کے کمرے کا پتہ چل گیا تو ایک طرف سے میں نے امی کو پکڑا اور دوسرا بازو میری بڑی بہن جو ان دنوں امی سے ملنے آئی ہوئی تھی نے پکڑا ہوا تھا۔ ابھی تھوڑا سا ہی چلے ہوں گے کہ امی ہمارے ہاتھوں سے نیچے کی طرف گرنے لگیں اور شاید وہ بے ہوش تھیں۔

افسوس کہ ڈاکٹر کے کمرے تک جانے والے راستے میں ہی ان کا بلاوا آ گیا تھا اور وہ ٹھیک 3:30 منٹ پر مالک حقیقی کے پاس پہنچ چکی تھیں۔ ان کو ایمرجنسی پہنچایا گیا جاتے ہی ڈاکٹرز نے ان کی ہارٹ پمپنگ شروع کر دی تو ہم سب اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ کر سکے۔ میں ایمرجنسی سے باہر نکل آیا تھوڑی ہی دیر میں وہ خبر جس کا ہمیں ڈر تھا مل گئی۔ ہماری ماں، ہمارے انتظار میں جاگنے والے ماں دنیا سے رخصت ہو گئی۔

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین۔

امی کی وفات سے ایک ہفتہ بعد جب سب سے بڑی بہن نے واپس ملازمت پر جانا شروع کیا تو دفتر میں ان کے افسر کو ایک دوست کی کال آئی کہ میں حج کرنے آیا ہوں اور اس وقت ایسی جگہ کھڑا ہوں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دعا فوراً قبول ہوتی ہے۔ آپ نے کوئی دعا کرانی ہو تو بتائیں۔ وہ حیران رہ گئے کہ یوں اچانک ایک ایسی جگہ سے فون آنا جہاں لوگ صرف اور صرف اپنے گھر والوں کے علاوہ یا رشتہ داروں کے علاوہ کسی کو یاد رکھ لیں تو بھی بڑی بات ہے۔ اس وقت ان کے افسر کے منہ سے اور کچھ نہیں نکلا صرف ایک ہی دعا کا کہا کہ ہمارے ہاں ایک خاتون کام کرتی ہیں ان کی والدہ کے لئے دعا کرا دیں۔ وہ بولے! کیا بیمار ہیں؟ کہا نہیں، بلکہ ان کا چند دن پہلے انتقال ہو گیا ہے۔ ان صاحب نے والدہ کا نام پوچھا اور فون بند کر دیا۔ جب وہی صاحب حج کر کے واپس آئے تو میری بہن کو تعزیت کا فون کیا اور بتایا کہ میں نے آپ کی والدہ کے لئے بہت دعا کی ہے۔ اس وقت اس شخص کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ سب کہتے تھے تمہاری ماں جنتی ہیں، ساری زندگی انہوں نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا۔ اس وقت مجھے اور یقین ہو گیا کہ کس طرح اللہ نے ایک انجان بندے کے دل میں خیال ڈالا کہ وہ وہاں بیٹھا پوچھے کہ دعا کروائیں۔

یہ سب تو پہلے سے طے تھا صرف ہمیں بتلانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کو سادہ اور معصوم فرشتہ صفت لوگ کتنے پسند ہیں۔

☆☆☆☆

قربانی کے متعلق ایک عام اعتراض اوراس کا جواب

عیدالاضحیٰ کی قربانی قرآن کریم، احادیث اور تمام اُمت کے تعامل سے ثابت ہے

فرمودہ حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

تشہد،تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیناؒ نے ذیل کی قرآنی آیت تلاوت کی:

ترجمہ: ''نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون۔لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔اسی طرح اس نے انہیں تمہارے کام میں لگا دیا تا کہ تم اس پر اللہ کی بڑائی کرو جو اس نے تمہیں ہدایت دی اور احسان کرنے والوں کو خوش خبری دو۔''

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ یہ آیت جو میں نے قرآن شریف سے پڑھی ہے اس میں دو باتوں کو اکٹھا کیا ہے۔ایک ذکر تو قربانیوں کی جسمانی قیمت کا ہے اور دوسرا ذکر ان کی روحانی قیمت کا۔ لَحْمٌ یعنی گوشت اور خون ظاہری شکل ہے۔گوشت سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔مگر یہ وہ چیز ہے جو جسم سے تعلق رکھتی ہے۔خدا کو نہیں پہنچتی۔خدا کو کیا چیز پہنچتی ہے؟ وہ قربانی کی روحانی قیمت ہے۔یعنی تقویٰ۔گویا قرآن شریف میں قربانی کی دونوں قیمتوں کا ذکر ہے۔جسمانی قیمت اور روحانی قیمت۔ایک کا تعلق انسانوں سے ہے ایک کا خدا سے۔خدا جسم نہیں، اس لئے خدا کے ساتھ قربانی کی جسمانی قیمت کا کوئی تعلق نہیں۔

قربانی کے متعلق ایک غلط فتویٰ

مجھے ایک محترم دوست نے ایک رسالہ ''طلوع اسلام'' دیا۔جس میں ایک مضمون قربانیوں پر ہے۔اس دوست نے اس وقت اس مضمون کا خلاصہ یہ بتایا کہ اس میں قرآن اور حدیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سوائے ان لوگوں کے جو حج کو جاتے ہیں قربانی کا کوئی حکم عام مسلمانوں کے لئے نہیں۔اور قربانی کا حکم صرف حاجیوں کے لئے ہے جو مکہ معظمہ میں حج کے لئے جاتے ہیں۔مگر جب میں نے اس مضمون کو پڑھا تو مجھے بہت ہی افسوس ہوا کہ اس مضمون میں آنکھیں بند کر کے بے سروپا دعوے کئے ہیں۔ بلاشبہ آنکھیں بند کر کے تقلید کرنا بُری بات ہے۔مگر آنکھیں بند کر کے فتوے لکھنا اس سے بدتر ہے۔میں ہرگز نہیں چاہتا کہ مضمون نویس کی تحقیر کی جائے۔اس نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم قربانی کے متعلق نہیں۔بلکہ لوگوں نے آپ کے بعد یہ باتیں خود بنائیں۔یہ گویا صحابہ رضی اللہ عنہم پر حملہ ہے کہ وہ حدیثیں وضع کر کے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے۔

قرآن کریم میں قربانی کا حکم

مگر میں سب سے پہلے قرآن کریم کو ہی لیتا ہوں۔جس کے متعلق یہ دعوٰی کیا گیا ہے کہ اس میں سوائے حاجیوں کی قربانیوں کے کوئی عام حکم نہیں۔اس دعوے کی بنیاد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ قرآن کریم کو بغور پڑھنے کے بغیر ایک رائے قائم کر لی گئی۔قرآن کریم میں سورہ الحج میں قربانیوں کا حکم دو الگ الگ جگہ پر آیا ہے۔ایک چوتھے رکوع میں حج کے سلسلہ میں۔اور دوسرا پانچویں رکوع میں عام رنگ میں۔

ہم نے ہر قوم کے لئے قربانیاں مقرر کی ہیں تا کہ اللہ کا نام لیں جانوروں کو ذبح کرتے وقت۔اس سارے رکوع میں حج کا ذکر مطلق نہیں۔بلکہ وہ مضمون چوتھے رکوع کے ساتھ ختم ہو چکا ہے۔اس لئے اس میں جن قربانیوں کا ذکر ہے ان کا تعلق بھی حج کی قربانیوں کے ساتھ مطلقاً نہیں۔اس مضمون کو یوں سمجھیں کہ قرآن کریم میں دونوں حکم موجود ہیں۔یعنی حج میں قربانیوں کا حکم بھی موجود ہے اور اس کے بعد از سرنو عام قربانیوں کا الگ حکم ہے۔جس میں حج کا کوئی ذکر نہیں آتا۔

مغربی تعلیم کا اثر اور احکام اسلامی کی تحقیر

مجھے افسوس مزید یوں بھی ہوا کہ آج کل تعلیم یافتہ طبقے کے بعض اصحاب کو، جو قرآن کریم کے احکام سے خود ناواقف ہیں، ایسے مضامین سے سخت ٹھوکر لگتی

ہے۔مغربی تعلیم نے کچھ تحقیر اسلام کے احکام کی بعض دلوں میں پہلے سے ہی پیدا کررکھی ہے۔ایسے مضامین ان کے لئے ایک بہانہ بن جاتے ہیں کہ ہمارے پیسے خدا کی راہ میں کیوں خرچ ہوں۔اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کرنا گویا اپنے مال کو ضائع کرنا ہے۔ایسے طبقہ کو نہ تو قرآن کریم پر عبور ہے اور نہ ہی انہوں نے حدیث کی طرف توجہ کی ہے۔اپنے خیالات ان کو جس راہ پر ڈالتے ہیں، ادھر ہی چل پڑتے ہیں۔اگر اسی قسم کے غلط نظریئے قائم ہوتے چلے جائیں تو پھر ہر اصول اسلامی سے ایمان اُٹھ جائے گا۔اسی طریق پر کہہ دیا جائے گا کہ نماز جو پڑھی جاتی ہے اس سے بھی انسان کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔

اللہ اور رسولؐ کے احکام کی عزت کرنی چاہئے

بات یہ ہے کہ آزادی میں اس قسم کے لوگ بہت دور نکل گئے ہیں۔قرآن کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی، اس کے فرمانوں کی دلوں میں وہ عظمت نہیں جو ہونی چاہئے۔روزوں کے متعلق بھی میں نے خود بعض مسلمانوں کے مضمون پڑھے ہیں کہ بھوکے رہنا اور اپنے بچوں کو بھی بھوکا مارنا کوئی عقلمندی کا کام نہیں۔اسی طرح حج کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس قدر مشقت اُٹھا کر اور اس قدر مال خرچ کر کے ایک مکان کے گرد پھرنے سے کیا حاصل ہے۔رنج اس بات کا آتا ہے کہ سوچے بغیر قلم اُٹھایا جاتا ہے۔خوب یاد رکھو۔ہماری زندگی اللہ اور اس کے رسولؐ کے ماتحت چلتی ہے۔جب صراحت کے ساتھ قربانی کا حکم موجود ہے تو اس کو مال کا بیجا خرچ کہنا خدا اور اس کے رسول کی تحقیر ہے۔

حج اور عام قربانی

قرآن شریف میں سورہ الحج کے چوتھے رکوع میں حج کا ذکر ہے۔اور اس میں ان قربانیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق حج کے ساتھ ہے۔پانچویں میں صرف قربانیوں کا ذکر ہے۔یعنی ان لوگوں کے جو عازم حج نہیں ہوئے، اور چھٹے رکوع میں لڑائیوں کا ذکر آتا ہے یعنی ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ان تینوں مضمونوں کا باہم تعلق ہے۔اس لئے اس ترتیب سے اکٹھا کیا گیا۔مگر اس کے بیان کرنے کا یہاں موقعہ نہیں۔

احادیث کا انکار

احادیث کے متعلق اسی کم علمی نے ایک اور گروہ مسلمانوں میں پیدا کر دیا ہے جو احادیث کو بغیر سوچنے اور سمجھنے کے موضوعات کا سلسلہ قرار دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ان لوگوں سے تو زیادہ باریک نظر مغرب میں ان لوگوں کی ہے جو اپنے آپ کو مستشرقین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔وہ مسلمان نہیں مگر وہ حدیث کو اس طرح موضوعات کا سلسلہ قرار نہیں دیتے جس طرح مسلمان حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔وہ مانتے ہیں کہ اگر احادیث میں کچھ غلط باتیں ہیں، بعض احادیث موضوع ہیں، تو یہ بھی مانتے ہیں کہ احادیث میں صحیح واقعات بھی ہیں مگر یہ مسلمان کہلانے والے ایسے ہیں کہ جو بات ان کی رائے کے خلاف ہو اس کے لئے حدیث کو مجموعہ افترا قرار دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ پر حملہ

یہی مضمون نویس لکھتے ہیں کہ مسلمان قرآن کو پس پشت ڈال کر ''رسوم اور روایات کو مذہب بنائے بیٹھے ہیں''۔خود ہی سوال اُٹھاتے ہیں کہ جب قربانی کے لئے کوئی حکم اور سند موجود نہیں تو ''ہزار برس سے یہ کس طرح متواتر چلی آتی ہے'' اور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ ''سوال صرف قربانی تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ تو پورے کے پورے اسلامی نظام کو محیط ہے۔'''' ہزار برس سے اسلام میں ایسی کھلی ہوئی تحریف ہو رہی ہے'' (افسوس کہ آخری لفظ اس فقرہ کے محفوظ نہیں رہے) مگر یہ نہ بتایا کہ یہ ہزار سال کیوں ہوا۔اسے تیرہ سو سال کہئے یا ساڑھے تیرہ سو سال ہوا۔کیونکہ قربانیوں کا ذکر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے برابر چلا آتا ہے۔اگر یہ موضوعات ہیں تو پھر نعوذ باللہ یہ تو صحابہؓ پر حملہ ہوا۔

عیدالاضحیٰ کیوں نام رکھا گیا

کاش اتنی ہی بات پر غور کیا ہوتا کہ مغرب سے مشرق تک مسلمانوں میں دو عیدیں مشہور ہیں۔ایک کا نام عیدالفطر اور دوسرے کا نام عیدالاضحیٰ۔جس کو بڑی عید یا قربانی کی عید بھی کہتے ہیں۔اضحیٰ کے معنی ہی قربانیاں ہیں۔تو جس کا نام ہی قربانیوں کی عید ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے یہ نام چلا آتا ہے تو یہ نام کس نے بنایا؟ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام تجویز فرمایا تھا جیسا

کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو اسے قربانیوں کی عید کیوں کہا گیا؟!

مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قربانی کرنا

مضمون نویس کے نزدیک اس دن قربانیوں کا تو حکم ہی کوئی نہیں اور نام اس کا قربانیوں کی عید رکھا گیا۔ اس کے علاوہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل ہے۔ آپؐ جب مدینہ میں تھے تو اپنے ہاتھ سے عید کے دن قربانی کرتے تھے اور آپؐ کے تتبع میں مسلمان قربانیاں کرتے تھے۔ بخاری کی حدیث ہے كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْحُرُ وَيُذْبِحُ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلّٰى تو خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہے کہ بغیر حج کے قربانی کرتے تھے۔ مگر ہمارے مضمون نویس نے یہ لکھ دیا کہ قربانی کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوگا کہ ساری تاریخ اسلام باطل ہے۔ مگر جو فلاں مضمون نویس کہہ دے وہ صحیح۔ اس قسم کا لکھنا واقعات کو جھٹلانا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ قرآن کریم میں عام قربانی کا حکم ہے۔ احادیث میں اس کی تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں رہ کر خود قربانی کرنا ہے۔

عید کے دن دو کام نماز اور قربانی

اور پھر حضورؐ کا یہ ارشاد کہ عید کے دن دو کام کرو: پہلا کام جو ہم اس دن کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نماز پڑھتے اور پھر قربانی کرتے ہیں۔ جو اس طرح کرے اس نے ہماری سنت کو پالیا۔ اب خود عیدالاضحیٰ کے معنی ہیں قربانیوں کی عید۔ اس دن آپؐ کا خود قربانی کرنا ثابت ہے۔ پھر یہ حکم موجود ہے کہ پہلے نماز پڑھو پھر قربانی کرو۔ اس قدر صراحت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ یہ جو قربانیوں کا حکم ہے، صرف حاجیوں کے لئے ہے، کس قدر دلیری ہے! حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قربانی کا حکم بخاری، مسلم، الغرض صحاح ستہ کی سب احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ کیا یہ سب صریح احکام موضوعات کے زمرہ میں آجائیں گے؟ احادیث میں یہاں تک بھی ہے کہ جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی دی تو اس کی قربانی صحیح ہوئی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی دی اس کی کوئی قربانی نہیں۔ یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول مقبولؐ سے عرض کیا کہ بوجہ عید آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے۔ اس لئے میں نے اپنے مینڈھے کی قربانی نماز سے پہلے کردی۔ تو حضور نے جواب میں فرمایا کہ تیری قربانی نہیں ہوئی۔ پہلے نماز ہے اور اس کے بعد قربانی۔ یہ وہ حقائق ہیں جو اس ہستی نے بیان فرمائے ہیں جس کا سینہ منور اور دل تمام روشنیوں اور حقائق سے آگاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نماز پہلے رکھی ہے اور قربانی بعد میں۔ اس وجہ سے کہ اس میں حظ نفس بھی شامل ہے یعنی گوشت کا کھانا اسے بعد میں رکھا ہے۔

کھانے کے متعلق اعتراض

یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ مسلمان قربانی اس لئے کرتے ہیں تا کہ اس دن خوب کھائیں۔ یعنی قربانیاں کرو اور خوب کھاؤ۔ بھلا یہ کوئی اعتراض ہے۔ کیا دنیا کی تاریخ میں کسی قوم کا خوشی کا دن ہو تو وہ بجائے خوشی کرنے کے رونا پیٹنا شروع کردے یا وہ بھوکے پیاسے رہیں۔ اب دیکھئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ نماز سے پہلے قربانی، قربانی نہیں، صاف ثابت کرتا ہے کہ قربانیوں کا حکم اور اس پر عمل کرنا رسولؐ کی زندگی میں مسلمانوں میں رائج تھا۔

قربانی کی جگہ خیرات کا سوال

آج کل عام طور پر ہوا چلی ہوئی ہے کہ قربانی کرنا مال کا ضائع کرنا ہے۔ اس قسم کی آواز بلند کرنے والے وہ ہیں جن کے پاس مال ہے۔ غرباء کے منہ سے اس قسم کے کلمات کبھی نہیں نکلیں گے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ روپیہ قربانی پر خرچ کیا جائے کیوں نہ اس روپیہ کو قربانی کی جگہ خیرات میں خرچ کیا جاوے۔ خیرات کرنے سے کون روکتا ہے۔ مگر قربانی کی بجائے کیوں؟ خیرات بھی کرو۔ پھر بھی اگر مال ہے تو قربانی کرو۔ اور اگر انہی لوگوں سے بجائے قربانی کی خیرات مانگی جائے تو اس کی جگہ آج کل یہی لوگ، جو قربانی کے لئے چالیس چالیس یا پچاس پچاس روپے خرچ کرتے ہیں، خیرات میں پانچ روپے بھی نہ دیں گے۔ اس قسم کے عذر صرف خدا اور رسولؐ کے احکام کو ٹالنے کا بہانہ ہیں۔ حدیث میں بھی صراحت سے قربانی کا حکم موجود ہے جہاں جہاں مسلمان آباد تھے، وہاں قربانیاں ہوتی تھیں۔ اور ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور آج تک تمام اسلامی ممالک میں اس قربانی کے فریضہ کو ادا کیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے لکھا جاتا ہے کہ قربانی کا کوئی حکم نہیں!

قربانی کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا عذر

کیا فی الحقیقت ہر سال قربانی کے حکم کو یاد دلانے میں کچھ حقیقت بھی ہے؟ اور کتنے مسلمان ہیں جو ہر سال اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں؟ میں یہ مانتا ہوں کہ مسلمان دین کے لحاظ سے بہت پیچھے ہٹے ہوئے یا گرے ہوئے ہیں۔ ظاہر پرستی ان میں زیادہ آ گئی ہے۔ حقیقت پر کم نظر اُٹھتی ہے۔ اگر اس فریضہ کو حقیقی معنوں میں ادا کرنے والے کم ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ حقیقت کو مدنظر رکھ کر نماز پڑھنے والے کتنے ہیں؟ لیکن کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز کو چھوڑ ہی دیا جائے۔ حج کو چھوڑ ہی دیا جائے۔ اب اگر تھوڑا بہت احساس ان کے ذریعہ سے خدا کی ہستی پر پیدا ہوتا ہے تو نماز کو ترک کرنے سے وہ بھی جاتا رہے گا۔ اگر اکثر قربانی کرنے والے قربانی کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تو قربانی اڑا دینے سے کیا واقعی کوئی فائدہ ہوگا؟ انسان اپنے کاروبار، تجارت میں یا ملازمت میں مشغول ہوتا ہے۔ وقت نماز آ جاتا ہے تو وہ خدا کے حضور کھڑا ہو جاتا ہے یہی خدا کی ہستی کا احساس ہے۔ ایسی ہی باتوں سے آج قوم میں نسبتاً خدا کی ہستی پر دوسری قوموں سے زیادہ احساس موجود ہے۔

قربانی میں ایک اہم سبق

اسی طرح قربانی کی بھی ایک اہم غرض ہے۔ اور اس کے نیچے ایک زبردست حقیقت ہے۔ اور یہ سبق ہے کہ تمہاری زندگی ان قربانیوں سے وابستہ ہے۔ جانور کی قربانی میں سبق یہ ہے کہ انسان خود اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کرے۔ ملک اور قوم کی خاطر مال کمانے کے لئے لوگ زیادہ قربانیاں کرتے ہیں تو کیا خدا کی خاطر قربانی کرنا اس سے بلند تر مقصد کی طرف نہیں لے جاتا! اگر ملک، قوم اور مال کمانے کے لئے قربانیاں ہوسکتی ہیں اور انہی قربانیوں سے کامیابی وابستہ ہے تو خدا کے لئے بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ خدا کی راہ میں وہی لوگ کامیاب ہوسکتے ہیں جو خدا کے لئے قربانی کریں۔ یہ سچ ہے کہ محض جانور کے گلے پر چھری پھیرنے سے قربانی نہیں ہو جاتی۔ سبق اس میں یہ ہے کہ ہم اپنے آپ پر وہ حالت وارد کریں کہ گویا اس کی راہ میں اپنے آپ کو موت کی حالت تک پہنچا دیں۔ انسان کی کچھ سفلی خواہشات ہیں۔ یہی سبق جانور کی قربانی میں ہے کہ ان خواہشات کو قربان کر کے ہی انسان بڑا کام کر سکتا ہے۔ آج جتنے بڑے بڑے سائنسدان ہیں۔ کیا ان کی زندگی عیش و راحت کے ساتھ گزرتی ہے یا شدید محنت اور دُکھ کی زندگی؟ جو ان کو ہلاکت کے قریب پہنچا دینے والی ہوتی ہے۔ وہ ایک مقصد یا اصول کو اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں۔ جب تک اس میں کامیاب نہیں ہو جاتے ہر قسم کی مشقت، محنت اور تکلیف برداشت کرتے رہتے ہیں۔ تمام کامیابیاں قربانیوں سے وابستہ ہیں۔ جانور درحقیقت خواہشات حیوانی کا مجسمہ ہے۔ اور اس کے ذبح میں سبق یہی ہے کہ اپنی حیوانی خواہشات کو قربان کرنا سیکھو۔ انسان کی حیوانی خواہشات کھانے پینے وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن انسان کے اندر اس سے بہت بڑھ کر بلند سے بلند مقاصد اور بڑے اعلیٰ مقامات کو حاصل کرنے کے جذبات بھی پائے جاتے ہیں۔

بزرگی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ

قربانی کا سبق انسان کو یہ سکھلاتا ہے کہ جب تک تم ادنیٰ خواہشات کو بلند خواہشات کو حاصل کرنے کے لئے قربان نہیں کرتے اس وقت تک بلندی کو حاصل نہیں کر سکتے۔ مثلاً دل میں خوف الٰہی کا احساس، مصائب پر صبر، نماز کے ذریعہ اپنے نفس کی اصلاح، اپنے مال اور اپنے قویٰ کو مخلوق خدا کی بھلائی میں لگا دینا وغیرہ وغیرہ۔ مسلمانوں کو دیگر قوموں پر فوقیت اور برتری اس وقت حاصل ہوئی جب انہوں نے خواہشات نفسانی کو خدا کے راستہ میں مار دیا تھا۔ جتنا آپ خواہشات کو روندتے اور کمزور کرتے چلے جائیں گے، اسی قدر روحانی خواہشات میں بلندی اور صلاحیت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اور اگر حیوانی خواہشات تک ہی ہم اپنی زندگی محدود کر دیں تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ سوائے اس کے کہ انسان ایک اعلیٰ درجہ کا حیوان بن جائے۔ ادنیٰ خواہشات قربان کرنے سے ہی بلند خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ علمی ترقیات انہوں نے کیں، سائنس میں اعلیٰ درجہ کا کمال انہوں نے حاصل کیا، جنہوں نے اپنے آپ کو بالکل فنا کر دیا۔ کوئی اعلیٰ درجہ کی ترقی ایسی نہیں جو بغیر قربانی کے انسان حاصل کر سکے۔

(پیغام صلح 13 ستمبر 1950ء)

☆☆☆☆

درس قرآن ۔ ۱۹

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ''بے شک اس بات سے شرم نہیں کرتا کہ کوئی سی مثال بیان کرے مچھر کی یا اس سے بڑھ کر۔ تو جو لوگ ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے اور وہ جنھوں نے انکار کیا وہ کہتے ہیں اللہ نے اس مثال سے کیا چاہا ہے؟ اللہ بہتیروں کو اس (قرآن) سے گمراہ قرار دیتا ہے اور بہتیروں کو اس سے ہدایت دیتا ہے اور وہ سوائے فاسقوں کے کسی کو گمراہ قرار نہیں دیتا، وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اس کے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں، اور اسے کاٹتے ہیں جس کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ جوڑا جائے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ۔ یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ تم کسی طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندگی دی پھر وہی تم کو موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا۔ وہی تو اللہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے لئے پیدا کیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو انہیں ٹھیک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''۔

آپ کو یاد ہو گا کہ اس رکوع کے پہلے حصہ میں ان لوگوں کو جو یہ شک کرتے ہیں کہ کیا قرآن اللہ کا کلام ہے یا نعوذ باللہ رسول اللہ صلعم نے خود بنا کر خدا کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ جواب دیا تھا کہ اگر یہ انسان کا کلام ہے تو تم بھی اس جیسا بنا لاؤ چاہے سارے جہان کو اپنی مدد کے لئے بلا لو اور چاہے تو اس کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مقابلہ پر بنا لو۔ وہ چیلنج تو کسی نے قبول نہیں کیا مگر یہ کہنے لگے کہ اس قرآن میں کیا خاص بات ہے اس میں تو چھوٹی چھوٹی مثالیں ہیں۔ عرب لوگ مچھر کو اس کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے حقارت کے لئے بطور مثال کے کہتے تھے۔ اغلباً ان کا رُوئے سخن ان دو مثالوں کی طرف ہے جو قرآن نے یوں دی ہیں کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کارساز بنا لیتے ہیں ان کی مثال مکڑی کی دی کہ وہ اپنا گھر بنانے کے لئے کیا پیچیدہ جال تنتی ہے۔ (العنکبوت ۲۹: ۴۱) مگر وہ کیا کمزور گھر ہوتا ہے کہ ایک ہوا کا جھونکا آئے تو اڑ جاتا ہے۔ یعنی شرک کا جال تو بہت محنت سے گھڑا جاتا ہے۔ مگر وہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ حق کے ایک جھونکے سے ٹوٹ کر ختم ہو جاتا ہے۔ یا دوسری جگہ یہ مثال دی ہے کہ خدا کے سوا جو معبود بنائے گئے وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ مکھی ان سے کچھ لے جائے تو اسے بھی واپس نہیں لا سکتے (الحج ۲۲: ۷۳) تو اعتراض کرنے والوں نے طنزاً یہ کہا کہ یہ کیا اللہ کا کلام ہے جس میں مکڑی اور مکھی کی سی حقیر مثالیں دی گئی ہیں۔ تو فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ جان جاتے ہیں کہ یہ باتیں حق ہیں اور انسان کی ربوبیت کے لئے یعنی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے کے لئے دی گئی ہیں (انہ الحق من ربھم) تو حق بات جو انسان کو شرک جیسی گھٹیا بات سے اٹھا کر توحید میں اعلیٰ بات کی طرف لائے وہ کتنی ہی چھوٹی ہو نہایت ضروری اور مفید ہوتی ہے۔ ایمان انسان کے اندر وہ روشنی پیدا کرتا ہے جس سے انسان ان باتوں کو جان سکتا ہے۔ مگر جن لوگوں نے کفر کیا (اور کفر کے معنی ہی ہیں ڈھانپ لینے کے یعنی انہوں نے اپنی عقل پر پردہ ڈال لیا ہوتا ہے) وہ ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے اور اس لئے اعتراض کرتے ہیں۔ ورنہ کتنی آسان اور عام فہم مثالیں ہیں جو شرک کی لغویت کو نہایت موثر طریقہ سے واضح کرتی ہیں۔

آگے جو الفاظ آئے ہیں اس پر بھی اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں یضل بہ کثیراً جس کا ترجمہ وہ یوں کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اللہ اس قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا ہے'' اب یہ معنی تو وہی کرے گا جس کی عقل پر پردہ اس قدر ہو کہ وہ سارے قرآن سے اندھا ہو کر یہ بات کرتا ہے کہ قرآن تو اھدنا الصراط

المستقیم میں ہدایت کی دعا کے جواب میں فرماتا ہے ذلک الکتب لاریب فیہ ھدی للمتین اور قرآن میں بار بار کہیں اسے ھدی للناس بتایا کہ تمام نسلِ انسانی کے لئے ہدایت ہے یا ھدی ونور یعنی یہ کتاب نہ صرف مکمل ہدایت ہے بلکہ وہ باطنی روشنی ہے جس میں تم چل کر ٹھوکر کھا نہیں سکتے، گمراہ ہو نہیں سکتے۔ اس کے برعکس شیطان کے لئے آتا ہے ''یعنی شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے جو گمراہ کرتا ہے'' (القصص ۲۸:۱۵)۔ ''یعنی یقیناً شیطان نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کیا'' (یٰس ۳۶:۶۲) کہیں فرمایا کہ قیامت کے دن کافر لوگ کہیں گے ''اے ہمارے رب ہمیں دکھا ان کو جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا جن (جنّوں) اور انسانوں میں سے تا کہ ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے ڈال کر روندیں'' (حم السجدۃ ۴۱:۲۹) اس لئے اضلال کا لفظ گمراہ کرنے کے معنوں میں صرف شیطان یا شیطان منش لوگوں کے لئے آتا ہے اضلال کے دوسرے معنے ہیں گمراہ پانا یا گمراہ قرار دینا۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے ''یعنی نبی کریم صلعم ایک قوم پر آئے تو انہیں گمراہ پایا''۔ سوائے عقل کے اندھے کے کوئی وہاں معنیٰ گمراہ کرنے کے نہیں کر سکتا یا مثلاً کسی کا اونٹ گم ہو گیا تو اس نے کہا اضللت البعیر اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کو گمراہ کر دیا بلکہ یہ معنی ہیں کہ میرا اونٹ گمراہ ہو کر گم گیا یا مثلاً عربی کے ایک شعر میں شاعر کہتا ہے کہ میں شراب پیتا رہا یہاں تک کہ میرے دوست نے مجھے گمراہ قرار دیا۔ تو اضلال کے جو معنی گمراہ پانا یا گمراہ قرار دینا ہے انہی معنوں میں یہاں آیا ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعہ بہتوں کو گمراہ قرار دیتا ہے اور بہتیرے ہیں جو اس قرآن کے ذریعہ ہدایت پا لیتے ہیں یعنی یہ اس قرآن کی خوبی ہے کہ جو گمراہ ہیں انہیں آگاہ کرتا ہے یا متنبہ کرتا ہے اور ان میں سے بہتیرے ہدایت کو اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جنہیں یہ گمراہ قرار دیتا ہے۔ وہ فاسق لوگ ہیں۔ فاسق وہ ہوتا ہے جو شریعت کی حدود یعنی روکوں سے آگے نکل جاتا ہے۔ ہر مذہب نے شریعت دی اور اسلام کی شریعت تو تفصیلاً ہے اور مکمل ہے تو جو لوگ ان شریعت کی حدوں یا روکوں کو پسند نہیں کرتے اور ان سے آگے نکل جاتے ہیں وہ فاسق ہیں۔ مثلاً شریعت نے کہا ہے کہ مال حلال طریقوں سے کماؤ۔ تو جو حرام بھی کھا لیتا ہے وہ فاسق ہے۔ تو ایک تو ایسے لوگ ہیں جنہیں قرآن گمراہ دیتا ہے کہ انہوں نے خدا کی بتائی ہوئی راہ پا کر اسے کھو دیا۔

دوسرے وہ لوگ بتائے ''جو خدا کے عہد کو توڑتے ہیں بعد اس کے کہ اسے پختہ کیا گیا''۔ یہ عہد کیا ہے؟ قرآن نے خود بتایا ہے ''اور جب تیرے رب نے نبی آدم کو پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی اور ان کو اپنے پر گواہ ٹھہرایا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم گواہ ہیں (یہ اس لئے کیا کہ) ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ وہ تو ہمارے باپ دادا تھے جنہوں نے ہم سے پہلے شرک کیا اور ہم ان کے پیچھے ان کی اولاد تھے تو کیا تو ہم کو اس وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو حق کو باطل کرنے والوں نے کیا'' (الاعراف ۷:۱۷۲ تا ۱۷۳)۔ اس عہد یا رشتہ کو جو نبی آدم میں سے ہر ایک مرد و عورت کی پیدائش کے قبل اس کی فطرت میں رکھا جاتا ہے۔ عہدِ فطرت کہتے ہیں۔ یعنی انسان کی فطرت میں گواہی ہے یا رشتہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فطرت میں گواہی ہم نے اس لئے رکھی ہے کہ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر یہ نہ کہو کہ ہمیں تو اللہ کا پتہ نہ تھا۔ میں شروع کے درسوں میں بہت سی مثالیں دے آیا ہوں دہریوں کی (جی ہاں اس زمانہ میں کمیونزم کے سربراہوں کی) کہ کس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا بے اختیار اقرار کر چکے ہیں۔ دوسری بات جو اس عہد میں ہے وہ خدا کی توحید ہے کہ انسانی فطرت ایک ہی خدا کو چاہتی ہے۔ اسی لئے بے اختیار میں یا حالت بیقراری میں وہ ایک ہی خدا کو پکارتی ہے، اگرچہ دوسرے اوقات میں زبان سے شرک پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو فرمایا کہ خدا کی توحید پر بھی تمہاری فطرت میں گواہی ہے تا کہ قیامت کے دن تم شرک کو اپنے باپ دادوں کے سر تھوپ کر اپنی خلاصی نہ چاہو۔ اس عہد کے بارہ میں مزید فرمایا یعنی اس عہدِ فطرت کی توثیق کے بعد یا اس کو پختہ کرنے کے بعد اسے فاسق لوگ توڑنے کا جرم کرتے ہیں۔ یہ توثیق یا پختہ کرنا ہے۔ وحی الٰہی کا کہ جو آ کر خدا کی ہستی اور اس کی توحید دونوں کی توثیق کرتی ہے۔

فسق کی بدتر مثال اگلے الفاظ میں دی کہ بدتر فاسق وہ ہیں جو اسے کاٹتے ہیں جس کا اللہ نے حکم دیا کہ اسے جوڑا جائے۔ وہ کیا ہے؟ وہ وہی خدا اور انسان کا رشتہ یا تعلق ہے۔ تمام انبیاء کو بھیجا گیا کہ لوگوں کو خدا کی طرف بلائیں اور اس طرح

ان کے ٹوٹے ہوئے تعلق کو دوبارہ جوڑیں۔ رسول اللہ صلعم کی بابت کئی جگہ آیا ہے، اختصار کی خاطر ایک جگہ سے سنئے ۔''یعنی تجھے بھیجا ہے اللہ کی طرف بلانے کے لئے اس کے حکم سے'' (الاحزاب ۳۳:۴۶) ایک اور جگہ فرمایا: ''کہہ دے کہ یہ ہے میرا راستہ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں'' (یوسف ۱۲:۱۰۸)۔ کہہ دے کہ یہ ہے میرا رستہ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ کے متعلق مولانا رُوم نے ایک شعر میں باندھا ہے ''تو برائے وصل کردن آمدی'' یعنی تو آیا ہے لوگوں کو اللہ سے ملانے کے لئے۔ تو لوگوں کے رشتہ یا تعلق کو اللہ سے جوڑنے کی بجائے اسے توڑنے والے کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں دہریت کو پھیلاتے ہیں جو کہ آج کل کمیونزم اور دوسری تحریکات میں وسیع پیمانہ پر ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے ان کا ذکر تھا جو خود دہریہ ہیں اور انہوں نے اپنے عہدِ فطرت کو جو خدا سے انہیں باندھتا تھا توڑ دیا۔ وہ بھی بُرا ہے مگر اس سے بدتر یہ ہے کہ دوسروں کو بھی دہریہ بنایا جائے جس کا یہاں ذکر ہے۔

خدا سے تعلق جو خدا پر ایمان کو قائم کرتا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان خدا سے خوف کھا کر بدیوں اور دوسروں کے حقوق مارنے سے بچ جاتا ہے۔ جب اس تعلق کو توڑ دیا جائے تو پھر انسان مادر پدر آزاد ہو کر جو چاہتا ہے کرتا ہے، چاہے وہ گناہ ہوں یا دوسروں پر زیادتیاں اور ظلم ہوں۔ اس سے دنیا میں فساد پھیلتا ہے۔ یہ فاسقوں کی آخری اور بدترین قسم ہے جس کا ذکر یہاں ہے کہ ''وہ دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں''۔

ان عہدوں کو توڑنے کی مختلف قسموں اور اس کے نتیجہ میں زمین میں فساد پھیلانے کا نظارہ اس زمانہ میں مغربی اقوام میں نظر آتا ہے۔ پہلے تو انہوں نے عہدِ شریعت کو توڑا یوں کہ شریعت کو لعنت قرار دے کر اس سے اپنی خلاصی کر لی۔ پھر وہ خود دہریہ ہوئے۔ پھر کمیونزم اور مغرب کی دوسری تحریکات نے دوسروں کو دہریہ بنانے کی زبردست مہم چلائی۔ کمیونزم تو خیر کھلم کھلا دہریت کو پھیلانے کی تحریک ہے، جس نے اربوں انسانوں کو دہریہ بنا دیا۔ مگر کمیونزم کے علاوہ یورپ اور امریکہ سے آواز اٹھی اور کھلم کھلا کہا اور لکھا گیا بلکہ ساری دنیا میں پھیلایا گیا کہ نعوذ باللہ خدا اوّل تو تھا ہی نہیں اور اگر تھا بھی تو اب نعوذ باللہ مر گیا ہے۔ اس قسم کے مادر پدر آزاد ہو جانے کی وجہ سے آج دنیا میں بدعملیاں، بدکاریاں، دوسروں کے حقوق غصب کرنا، کمزوروں کی حق تلفی کرنا یا ان پر ظلم کرنا اب عام ہو گیا ہے۔ اس عالمگیر دہریت کی فضا کو درست کرنے کے لئے قرآن نے خدا کی ہستی کے زبردست دلائل دیئے ہیں۔ فرمایا تم اللہ کا کس طرح انکار کرتے ہو جب تمہاری ہستی اس پر گواہ ہے کہ تم نیست یعنی بالکل نہ تھے، پھر اس نے تم کو زندگی جیسی بیش بہا نعمت بخشی۔ انسان غور نہیں کرتا کہ جس دن وہ پیدا ہوا تھا اس سے سال بھر قبل وہ کچھ نہ تھا۔ تو اسے نیست سے ہست کس نے کیا؟ اتنا بڑا کام کہ زندگی جو بالکل نہ تھی اسے پیدا کرنے والا کون ہے کیونکہ انسان خود تو ہرگز نہیں۔ ماں باپ محض ذریعہ ہیں ورنہ وہ کہاں خود بیٹھ کر بچے کو گھڑتے ہیں یا اس میں جان ڈالتے ہیں۔ پھر فرمایا ''پھر وہ تم کو موت دے گا'' کون مرنا چاہتا ہے مگر انسان اس معاملہ میں بالکل بے بس ہے۔ کوئی ذات اس سے بالا اور برتر ہے جو اسے مارتی ہے باوجود اس کی اور دوسروں کی انتہائی کوشش کے کہ وہ نہ مرے۔ مگر قرآن عجیب پُر رحمت کتاب ہے کہ فرمایا گھبراؤ مت مرنے کے بعد تم پھر زندگی دیئے جاؤ گے اور اللہ کی طرف جہاں سے تم آئے تھے پھر لوٹائے جاؤ گے۔ پھر انسان کو توجہ دلائی کہ وہی تو اللہ ہے جس نے زمین میں جو کچھ بھی ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔ انسان ان میں سے کسی چیز کا بھی پیدا کرنے والا نہیں۔ اگر کسان کھیت میں بیج ڈالتا ہے تو بیج اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ زمین بمعہ اپنی عجائبات کے اس کی بنائی ہوئی ہے، پانی دیتا ہے تو اسے کون پیدا کرتا ہے؟ جواب صرف ایک ہے۔ اللہ۔ پھر فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں سات عمدہ آسمان بنائے جس میں کہ مرنے کے بعد کی زندگی اور کبھی نہ ختم ہونے والی ترقیات کا ذکر ہے۔ آج کے ترقی یافتہ انسانوں کو اپنی علمی ترقیات پر گھمنڈ ہے اسی لئے آخری بات فرمائی کہ ''وہ ہر چیز کا کامل علم رکھتا ہے'' ظاہر ہے کہ جس نے یہ زمین اور اس کے اندر جو کچھ ہے اسے بنایا وہ ان تمام کا بہترین علم رکھتا ہے کہ اس نے انہیں کیا عجیب و غریب بنایا ہے اور جہاں تک اگلی زندگیوں اور سات آسمانوں کا تعلق ہے ان کا علم تو صرف وہی جانتا ہے۔ تو زمین کے تمام علوم بنانے والا بھی اللہ ہے جو انہیں انسان کو سکھاتا ہے بذریعہ القایا الہام جیسا کہ اگلے رکوع میں ذکر آئے گا اور جو باطنی یا روحانی یا اگلی زندگیوں اور آسمانوں کے متعلق علوم ہیں انہیں تو انسان خود کبھی نہ پا سکتا تھا۔ انہیں بھی اللہ ہی وحی کے ذریعہ سے انسان کو دیتا ہے۔ اس کا ذکر بھی اگلے رکوع میں آئے گا۔

قرآن کریم پڑھنے کا طریق

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ قرآن کی تلاوت فرماتے وقت آیت رحمت پر خدا کی رحمت مانگتے تھے۔ عذاب کی آیت پر عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔ آپ بھی تلاوت کریں تو جہاں خدا کی رحمت کا ذکر ہو (اور اس سے قرآن بھرا پڑا ہے) تو یہ دعا کرو کہ وہ اس ساری زمین پر اپنی رحمت کی بارش برسائے، اپنی جماعت پر رحمت کی دعا مانگو کہ اس وقت قرآن کو دنیا میں پہنچانے کا بوجھ اس کے سر پر ہے۔ انعام پانے والوں کا ذکر آئے تو وہ سب انعام اپنے لئے مانگو جو پہلے راستبازوں پر خدا نے کئے۔ ہاں وہ انعام مانگو وہ کامیابیاں مانگو جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس زبردست طاقت کا ذکر آئے کہ کس طرح وہ حق کو غالب کرتا چلا آیا ہے تو تمہارے دل سے یہ فریاد اٹھے، دنیا پر آج ظلمت چھائی ہوئی ہے تو اپنی اس زبردست طاقت کا نشان آج بھی دنیا کو دکھا۔ قرآن کی عظمت کا ذکر آئے کہ قرآن کریم نے شفاء اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یا یہ کہ یہ قرآن مُردوں کو زندہ کرے گا، مشکلات کے پہاڑوں کو اڑا دے گا۔ زمین کے کناروں تک پہنچ جائے گا تو تم وہاں ٹھہر جاؤ اور تمہارے دل سے یہ دعا اٹھے کہ اے خدا آج بھی اس قرآن کے ذریعے مشکلات کے پہاڑوں کو اڑا دے اور وہ سامان ہمیں عطا فرما کہ ہم تیرے اس قرآن کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں۔ خدا کی بارش سے مُردہ زمین کو زندہ کر دینے کا ذکر آئے ت تمہارے دل یہ دعا نکلے کہ اے خدا یہ زمین جو روحانی طور پر مر چکی ہے۔ تو اس پر روحانی بارش برسا اور اس کو روحانی طور پر زندہ کر دے۔ اور انسانوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کر دے۔ انبیاء اور مومنین کی نصرت کا ذکر آئے تو وہی نصرت اپنے لئے مانگو کیونکہ مقصود تمہارا ابھی وہی ہے کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو۔ پچھلی ہلاک شدہ قوموں اور ان کی نافرمانیوں کا ذکر آئے تو تمہارے دل کانپ اٹھیں کہ تیری یہ قوم جو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے اٹھی تھی۔ اسے اپنے رسول صلعم کی امت کو اپنے رسول صلعم کی نافرمانی سے بچا اور ان کو قرآن کے حامل بنا۔ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کا ذکر آئے کہ وہ حق کو دنیا میں غالب کرے گا۔ تمہارے دل سے یہ تڑپ اٹھے کہ اے خدا تو اس زمانے میں بھی حق کو غالب فرما۔ یہ آواز بھی بے کسی میں تمہارے دل سے اٹھے کہ اے خدا یہ میری آرزو ہی نہیں یہ تیرا وعدہ ہے تو اپنے وعدے کو پورا فرما۔ تو نے اپنے رسول صلعم کو رحمتہ العالمین بنا کر بھیجا تھا مگر دنیا میں بے شمار قومیں ابھی اس رحمت سے محروم ہیں۔

اے خدا ہماری مدد فرما کہ ہم اس قرآن کو ساری دنیا میں پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں۔ اے خدا تیری نصرت یقیناً آتی ہے اور آتی رہے گی۔ تیرے افضال نازل ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ مگر ان کو جذب کرنے والے دل دنای کی محبت میں گرفتار ہو کر اور دنیاوی نمائش اور بڑائی کے طالب ہو کر سست ہو گئے ہیں۔ تو اپنی جناب سے ان میں قوت پیدا کر دے۔ آمین۔

(مجاہد کبیر ص ۳۲۶)

آنکھوں میں ایک نور کی جنت لئے ہوئے
چہرے پہ دو جہان کی زینت لئے ہوئے
آواز میں مذاقِ حلاوت لئے ہوئے
موئے قلم میں شور قیامت لئے ہوئے
محفل سے اٹھ کے وہ تن تنہا چلا گیا
اے رب ذوالجلال! اسے کیوں بلا لیا

(اعظم علوی)

وفات حسرت آیات

لاہور (دارالسلام)

تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر دِلی دُکھ ہوگا کہ ہمارے نہایت ہی سرگرم رکن اور بزرگ محترم فیض الرحمٰن صاحب مورخہ 07 اکتوبر 2012ء بروز اتوار انتقال فرما گئے ہیں۔

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

مرحوم کا تعلق قصبہ سامانہ (پٹیالہ) مشرقی پنجاب کے مخلص احمدی گھرانے سے تھا۔ تقسیم ہند کے بعد یہ خاندان ہجرت کر کے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں قیام پذیر ہوا۔ انہوں نے ساری زندگی جماعت اور افراد جماعت کے لئے وقف کردی۔ فیض الرحمٰن سامانوی دفتر انجمن کے نہایت مخلص ومستعد کارکن تھے۔ اپنی خدمت کاری کے سبب جماعتی حلقوں میں ان کی ایک پہچان تھی۔ تعارف و تعلق کے سبب گویا وہ جماعتی انسائیکلوپیڈیا تھے۔ مرحوم نے بطور محصّل 62 سال 7 ماہ انجمن کے لئے بے لوث خدمات سرانجام دیں۔

نماز جنازہ میں احباب وخواتین کی کثیر تعداد سے مرحوم کی زندگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کی نماز جنازہ جامع دارالسلام میں عامر عزیز صاحب نے پڑھائی۔

مرحوم کے برادران شمس الرحمٰن صاحب، ضیاء الرحمٰن صاحب اور دیگر عزیزوں کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

جو احباب مرحوم کی زندگی کے بارے میں کچھ اپنی یاداشتیں قلمبند کرنا چاہیں وہ جنرل سیکرٹری صاحب کو ارسال کردیں۔

راولپنڈی

تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر دُکھ ہوگا کہ راولپنڈی میں محترم مبارک احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ مورخہ 10 اکتوبر 2012ء بروز بدھ انتقال فرما گئی ہیں۔

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

مرحومہ کی زندگی بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کارآمد عمر نصیب فرمائی الحمد اللہ۔ ان کی نماز جنازہ عامر عزیز صاحب نے راولپنڈی میں پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

اپیل دستکاری

سالانہ دعائیہ کے موقع پر ہر سال خواتین خصوصی اجلاس میں مختلف موضوعات پر تقاریر کے علاوہ نہایت خوبصورت دستکاری بھی پیش کرتی ہیں۔ گذشتہ سال دستکاری کی نہایت کامیاب قابل تحسین اور قابل فخر کامیابی صرف اور صرف آپ کے تعاون اور محنت سے ممکن ہوئی۔

آپ سے درخواست ہے کہ دستکاری کی نمائش میں حصہ لینے کی تیاری ابھی سے شروع کردیں اور دوسری بہنوں کو بھی ترغیب دلائیں اور تمام بہنیں اپنی دستکاری اس جلسہ پر پیش کر کے مشاہدین کے دلوں میں اپنی جماعت کی اہمیت اور افادیت کا نقش جمائیں۔ آپ کی چھوٹی سی یہ انفرادی کوشش جماعت کے عظیم کاموں میں آپ کو حصہ دار بنا دیتی ہے۔

امید ہے اس سال بھی دستکاری کی نمائش اور آمدنی مزید بہتر ہوگی۔

آپ کی تعاون کی منتظر
بشریٰ علوی
سیکرٹری، دستکاری خواتین

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

اِک عزم جواں پیدا کریں

محمد صالح نُور مرحوم ومغفور

ساتھیو! اٹھو اِک عزمِ جواں پیدا کریں
پھر وہی اسلاف کی جو لانیاں پیدا کریں

ہم کریں مسمار سب نفرت کی دیواروں کو آج
اُلفتوں کا درس دیں، امن واماں پیدا کریں

فرقہ بندی اور قومیت کو یکسر بھول کر
آؤ ہم انسانیت کے قدرداں پیدا کریں

جیسے اُٹھی تھی خدا کے گھر سے اذانِ بلال
پھر وہی اِک بار آوازِ جواں پیدا کریں

جیسے حضرت مرزا کے وقت میں پیدا ہوا
پھر وہی آؤ گروہِ دلبراں پیدا کریں

تھا جو مولانا علیؓ میں اور نور الدینؓ میں
اپنے سینوں میں وہ جذبِ عاشقاں پیدا کریں

جس چمن میں کِھل سکیں سب پھول آزادی کے ساتھ
اس زمین پر پھر سے ایسا گلستاں پیدا کریں

☆☆☆☆☆

دین کے قافلہ سالار تجھے میرا اسلام

از: اعظم علویؔ

اہل دل، اہل قلم، اہل خبر روئیں گے
یاد آئے گی تری قلب و نظر روئیں گے
رہبرِ قوم تجھے راہگذر روئیں گے
ایک دو بار نہیں شام و سحر روئیں گے

ہاتھ پھیلائیں گے تربت پہ تیری آ کے علوم
فاتحہ پڑھنے کو اتریں گے فرشتوں کے ہجوم

بجلیاں جس میں تھیں پوشیدہ وہ تحریر کہاں
دل میں چپکے سے اتر جائے وہ تقریر کہاں
مشکلیں جس سے ہوں آسان وہ تدبیر کہاں
جس سے ماحول درخشاں ہو وہ تنویر کہاں

تیرے شہ پاروں سے ڈھونڈیں گے ضیاء شمس وقمر
ہاتھ پھیلائے گا تربت پہ تیری نورِ سحر

تشنگی دیں گے پیاسوں کی بجھانے والے
نورِ فرقاں سے ہر اک دل کو جلانے والے
خواب و مستی سے زمانہ کو جگانے والے
قوم کو راہبرِ اقوام بنانے والے

اب تیری یاد ہے اور عالمِ تنہائی ہے
ایک دنیا ترے انوار کی شیدائی ہے

درد ہوتا تھا تو اٹھتی تھی دعائیں تیری
گرنے والوں کا سہارا تھیں وفائیں تیری
رحم غیروں سے مگر خود پہ جفائیں تیری
کون جانے، کسے معلوم، ادائیں تیری

رہبرِ قوم تجھے مہر و وفا روئیں گے
آ کے تربت پہ تیری صدق و صفا روئیں گے

باغ دیں میں تھا تیرے دم سے بہاروں کو دوام
مئے عرفان سے لبریز تھا ہر پھول کا جام
اکھڑا اکھڑا تھا ہر اک دشمنِ ایماں کا خرام
دین کے قافلہ سالار تجھے میرا سلام

قوم زندہ ہے تو یہ زندہ دلی تیری ہے
یہ کرامت ہے جو اللہ کے ولی تیری ہے

دین کے قافلہ سالار تجھے میرا اسلام

از: اعظم علویؔ

اہل دل، اہل قلم، اہل خبر روئیں گے
یاد آئے گی تری قلب و نظر روئیں گے
رہبرِ قوم تجھے راہگذر روئیں گے
ایک دو بار نہیں شام و سحر روئیں گے

ہاتھ پھیلائیں گے تربت پہ تیری آ کے علوم
فاتحہ پڑھنے کو اتریں گے فرشتوں کے ہجوم

بجلیاں جس میں تھیں پوشیدہ وہ تحریر کہاں
دل میں چپکے سے اتر جائے وہ تقریر کہاں
مشکلیں جس سے ہوں آسان وہ تدبیر کہاں
جس سے ماحول درخشاں ہو وہ تنویر کہاں

تیرے شہ پاروں سے ڈھونڈیں گے ضیاء شمس و قمر
ہاتھ پھیلائے گا تربت پہ تیری نورِ سحر

تشنگی دیں گے پیاسوں کی بجھانے والے
نورِ فرقاں سے ہر اک دل کو جلانے والے
خواب و مستی سے زمانہ کو جگانے والے
قوم کو راہبرِ اقوام بنانے والے

اب تیری یاد ہے اور عالمِ تنہائی ہے
ایک دنیا ترے انوار کی شیدائی ہے

درد ہوتا تھا تو اٹھتی تھی دعائیں تیری
گرنے والوں کا سہارا تھیں وفائیں تیری
رحم غیروں سے مگر خود پہ جفائیں تیری
کون جانے، کسے معلوم، ادائیں تیری

رہبرِ قوم تجھے مہر و وفا روئیں گے
آ کے تربت پہ تیری صدق و صفا روئیں گے

باغ دیں میں تھا تیرے دم سے بہاروں کو دوام
مئے عرفان سے لبریز تھا ہر پھول کا جام
اکھڑا اکھڑا تھا ہر اک دشمنِ ایماں کا خرام
دین کے قافلہ سالار تجھے میرا سلام

قوم زندہ ہے تو یہ زندہ دلی تیری ہے
یہ کرامت ہے جو اللہ کے ولی تیری ہے